ہفت روزہ

خدام الدین
لاہور

زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۶ مئی ۱۹۵۸ء

قیمت ۵ آنے

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

Hamid

دُعاء

از جناب عبدالحمید صاحب شوقؔ بورسٹل انسٹی ٹیوشن لاہور

پروردگار آئے ہیں تیری جناب میں — دستِ دُعا اٹھائے ہوئے اضطراب میں
ہم بیکسوں کا ایک سہارا تو ہی تو ہے — کوئی نہیں ہمارا۔ ہمارا تو ہی تو ہے
تیرے کرم سے قوم کے خدّام بن سکیں — بندوں کے خیرخواہ۔ دل آرام بن سکیں
راہِ ہُدیٰ پہ چلنے کی توفیق بخش دے — جذبِ علیؓ و آتشِ صدّیقؓ بخش دے
علم و عمل میں آپ ہم اپنی نظیر ہوں — مردانِ حق شناس ہوں روشن ضمیر ہوں
ناکامیوں سے دور رہے اپنی زندگی — دکھ درد رنج و غم نہ سہے اپنی زندگی
پکڑیں نہ بھول کر بھی ضلالت کا راستہ — حاصل ہو زندگی میں ہدایت کا راستہ
یا رب نہ کیجیو ہمیں اہلِ حسود سے — ہر اک ہو بہرہ یاب ہمارے وجود سے

ایمان بخش دے ہمیں عزّت نصیب ہو!
اے شوقؔ اتحاد کی دولت نصیب ہو

ہزار بار بشوئم دہن زمشک وگلاب

(از عبدالرحیم صاحب جاوید الٰہ آبادی)

مجھے بھی ساقیِ کوثر پلا وہ جامِ شراب — ہو عینِ ذات کا جلوہ کھلیں دوئی کے نقاب
ہے کون ترے سوا عاصیوں کی جائے پناہ — تری ہی ذات فقط ہے شفیعِ روزِ حساب
ہے کون ترے سوا رہنمائے جن و بشر — کہ گمرہوں کو دکھائی ہے تو نے راہِ صواب
تو جس سے خوش ہو خدا اس سے خوش ہوا ہے — عتابِ ربِ جہاں ہے فقط تیرا ہی عتاب!
جہاں میں شجر و حجر بھی پڑھیں ترا کلمہ! — ترے اشارے سے شق ہو گیا دلِ ماہتاب
ہے نام پاک وہ تیرا محمدِ عربی — ہزار بار بشوئم دہن ز مشک و گلاب

ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است!

خدام الدین لاہور

جلد ۴ | جمعۃ المبارک ۲۶ شوال ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۶ مئی ۱۹۵۸ء | شمارہ (۱)

چوتھا سال

زیر نظر شمارہ سے ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور کی چوتھی جلد شروع ہو رہی ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں، کہ یہ جریدہ اپنی زندگی کے تین منازل طے کر کے اب چوتھی منزل کی جانب گامزن ہو رہا ہے۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے ہمیں گزشتہ سال بھی کتاب و سنت کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائی

سال زیر بحث میں بھی ہمیں قدم قدم پر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن ہر موقعہ پر اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے شامل حال رہی اور آہستہ آہستہ تمام مشکلات خود بخود دور ہوتی گئیں۔ ان سب مشکلات کا ذکر کرنا تو مناسب نہیں صرف ایک کے ذکر سے قارئین کرام خود اندازہ کر سکیں گے کہ ہمارے راستہ میں کس طرح روڑے اٹکائے جاتے ہیں۔ اور کس طرح اللہ تعالےٰ ان کو دور فرمانے کا سامان بہم پہنچاتے ہیں۔

گزشتہ سال بعض ایجنٹ حضرات نے متواتر کئی ماہ تک بل کی عدم ادائیگی سے ہمیں پریشان کرنے اور مالی مشکلات میں پھنسانے کی کوشش کی۔ ان میں سے بعض کے بلوں کی رقم تو سینکڑوں تک پہنچ گئی۔ بالآخر بادلِ نخواستہ ان کو پرچہ کی ترسیل بند کرنا پڑی۔ ظاہر ہے کہ ان حالات میں ہفتہ وار اخراجات کا پورا کرنا ہمارے لئے ممکن نہ تھا۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اسکی تلافی دوسرے ذریعہ سے فرما دی۔ کسی اللہ والے نے سچ کہا ہے ؎

خدا گر بحکمت ببندد درے
کشاید بفضل و کرم دیگرے

تلافی کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالےٰ نے ایک کاغذ کے ڈیلر کو توفیق عطا فرمائی کہ وقتاً فوقتاً ہزاروں روپیہ کی مالیت کا کاغذ ہمیں ادھار عطا فرما دیتے اور ہم بالاقساط ان کا بل ادا کر دیتے یہ احسان نافراموشی ہوگی اگر ہم ان کی اس خدمت کا ذکر نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور ان کو اس کے عوض دین اور دنیا میں سرخرو فرمائے۔ امین یا الہ العٰلمین۔

اس قسم کی بے شمار مشکلات کے باوجود توفیق ایزدی سے ہم منزل مقصود کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ پرچہ ہر ہفتہ باقاعدگی سے نکلتا رہا اور الحمدللہ تعالےٰ اس کی اشاعت بھی ہر ہفتہ بڑھتی گئی۔ اس کے مطالعہ سے قارئین کرام بدستور مستفیض ہوتے رہے۔ ہمارے ایک کرمفرما کو تو اللہ تعالےٰ نے توفیق عطا فرمائی کہ وہ اپنی نوکری سے متنفر ہو کر مستعفی ہو گئے۔ اس کے مطالعہ سے ان کے اندر اکل حلال کی طلب پیدا ہوئی چونکہ نوکری میں اس کی تلاش فضول تھی اس لیئے انھوں نے کپڑے کی دوکان کر لی اللہ تعالےٰ ان کو استقامت اور رزق میں برکت عطا فرمائے۔ امین یا الہ العٰلمین۔

سال زیر بحث میں ہم نے نیوز پرنٹ اور سرکاری اشتہارات کے حصول کی بھی کوشش شروع کی۔ ابتدائی مدارج دونوں صورتوں میں بخیر و خوبی طے ہونے کے باوجود ہمیں ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی۔ نیوز پرنٹ کا معاملہ تو ابھی تک زیر غور ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا تو ہماری کوشش بارآور ہو جائے گی۔ اشتہارات کے متعلق ہم مایوس ہو چکے ہیں۔ یاد دہانی کے باوجود متعلقہ محکمہ نے ابھی تک ہمیں کوئی جواب ارسال نہیں فرمایا۔ البتہ غیر سرکاری طور معلوم ہؤا ہے کہ حکومت مغربی پاکستان نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مذہبی پرچوں کو سرکاری اشتہارات سے محروم ہی رکھا جائے کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ جس ملک کا آئین کتاب و سنت پر مبنی ہے اس میں فلمی اور دوسرے بے ہودہ رسائل کو تو سرکاری اشتہارات سے نوازا جائے اور کتاب و سنت کی اشاعت کرنے والوں کو محروم رکھا جائے ع

بسوخت عقل بحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

گزشتہ سال جن حضرات نے اس جریدہ کی ترتیب و اشاعت میں ہمارا ہاتھ بٹایا ہم ان کے ممنون ہیں۔ ان میں سے مضمون نگار اور مشتہرین حضرات سب سے زیادہ شکریہ کے مستحق ہیں۔

چونکہ مستقبل کے متعلق وثوق سے کچھ کہنا مشکل ہے۔ اس لئے زندگی کی چوتھی منزل میں داخل ہوتے ہوئے ہمارے قدم ڈگمگا رہے ہیں۔ ہمیں فقط اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ ہے کہ جس طرح اس نے تین سال تک ہمیں کتاب و سنت کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائی اسی طرح آئندہ سال بھی وہ ہماری امداد و اعانت فرمائے گا۔ وما توفیقی الا باللہ و علیہ توکلت۔

نماز اور میٹریکولیشن کا امتحان

ہمارے سیاسی رہنما اور حکام اگرچہ مسلمان زادے ہیں۔ لیکن اسلام سے ناواقفیت کی وجہ سے ان کی اکثر باتیں اسلام کے خلاف ہوتی ہیں۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم کا مندرجہ ذیل شعر ان پر پوری طرح چسپاں ہوتا ہے ؎

اور ہے تیرا شعار آئین ملت اور ہے
زشت روئی سے تری آئینہ ہے رسوا تیرا

پاکستان کی گیارہ سالہ تاریخ سے ان کی اسلام دشمنی کی ہزاروں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔ لیکن طوالت کے خوف سے ہم صرف ایک تازہ ترین مثال پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

میٹریکولیشن کا امتحان ہمیشہ مارچ کے پہلے ہفتہ سے شروع ہؤا کرتا تھا اس سال پنجاب سکینڈری بورڈ کو نامعلوم کیا سوجھی کہ یہ امتحان ۲۶ مارچ سے شروع کرنے کا اعلان کر دیا۔ چونکہ ۲۲ مارچ سے رمضان المبارک شروع ہو رہا تھا اس لئے مسلمانوں نے بورڈ کے اس فیصلہ کے خلاف احتجاج کیا اور امتحان کو ملتوی کرنے کا مطالبہ کیا۔ الحمدللہ بورڈ نے یہ مطالبہ مان لیا اور امتحان ملتوی کر دیا گیا۔ رمضان المبارک کے بعد یہ امتحان ۳ مئی ۱۹۵۸ء سے شروع ہؤا۔

(باقی صفحہ ۱ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

۱۹ر شوال ۱۳۷۷ھ
مطابق
۹ر مئی ۱۹۵۸ء

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور

اس خطبہ میں پیش کردہ مضامین کے عنوانات :۔

(۱) تمام آسمانی مذاہب میں اسلام (اللہ تعالیٰ کی تابعداری) ہی کو نجات کا سبب قرار دیا گیا ہے
(۲) اس تابعداری کو زندگی کے آخری سانس (یعنی موت) تک نباہنا ضروری ہے۔
(۳) مسلمان مرنے والے کے متعلق ہدایات
(۴) مسلمان کے مرنے کے بعد اس کے متعلقین کیلئے ہدایات

اس کے بعد دس عنوانات اور ہیں جو آپ ملاحظہ فرمائیں گے

تجویز کردہ عنوانات کے متعلق ثبوت

پہلا عنوان

تمام آسمانی مذاہب میں اسلام (اللہ تعالیٰ کی تابعداری) ہی کو نجات کا سبب قرار دیا گیا ہے۔

ثبوت اوّل

(وَقَالُوا لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝) (سورۃ البقرۃ رکوع ۱۳ پ ۱)

ترجمہ اور کہتے ہیں۔ کہ سوائے یہود یا نصاریٰ کے اور کوئی جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔ یہ ان کے ڈھکوسلے ہیں۔ کہدو۔ اپنی دلیل لاؤ۔ اگر تم سچے ہو ہاں۔ جس نے اپنا مونہہ اللہ کے سامنے جھکا دیا۔ اور وہ نیکوکار بھی ہو۔ تو اس کے لئے اس کا بدلہ اس کے رب کے ہاں ہے۔ اور ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے

حاصل

یہ نکلا۔ کہ جنہوں نے دل کے عقیدے کے لحاظ سے اپنا مونہہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا دیا۔ اور جو احکام ملے ان پر عمل بھی کرتے رہے۔ ان لوگوں پر بارگاہِ الٰہی میں کوئی خوف طاری نہیں ہوگا۔ اور نہ انھیں کسی قسم کا کوئی غم ہوگا۔ اور یہ اعلان عام کیا گیا ہے تمام سماوی مذاہب کے متعلقین کے لئے یہی قانون ہے اس میں کسی خاص مذہب کی تخصیص نہیں ہے۔

ثبوت دوم

(اِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝) سورۃ البقرۃ رکوع ۱۶ پ ۱

ترجمہ:۔ جب اسے (ابراہیم علیہ السلام کو) اس کے رب نے کہا۔ کہ فرمانبردار ہو جاؤ تو کہا۔ میں جہانوں کے پروردگار کا فرمانبردار ہوں۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلا شرط فرمانبرداری کا حکم ہوا تھا۔ انھوں نے بھی بلاشرط اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کو تسلیم فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی یہی اسلام تھا جس کو قرآن مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے لئے لازمی قرار دیا گیا ہے۔

ثبوت سوم

(رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُسْلِمَةً لَكَ ص وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ج إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ) (سورۃ البقرۃ رکوع ۱۵ پ ۱)

ترجمہ:۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے یہ دعا کی) اے ہمارے رب ہمیں اپنا فرمانبردار بنا دے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنا فرمانبردار بنا۔ اور ہمیں ہمارے حج کے طریقے بتا دے اور ہماری توبہ قبول فرما۔ بے شک تو بڑا توبہ قبول کرنے والا نہایت رحم والا ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ دونوں انبیاء علیہما السلام اپنی تابعداری کا اعلان فرما رہے ہیں اور اپنی اولاد کے لئے بھی اسی تابعداری کی دعا فرما رہے ہیں۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا۔ کہ گزشتہ انبیاء علیہم السلام کا اسلام بھی یہی تھا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر لازم کیا جا رہا ہے۔

دوسرا عنوان

اس تابعداری کو زندگی کے آخری سانس (یعنی موت) تک نباہنا ضروری ہے۔

ثبوتِ اوّل

(وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝)
(سورۃ البقرۃ رکوع ۱۶ پارہ ۱)

ترجمہ:۔ اور اسی بات کی ابراہیمؑ اور یعقوبؑ نے بھی اپنے بیٹوں کو وصیت کی۔ کہ اے میرے بیٹو! بیشک اللہ نے تمہارے لئے یہ دین چن لیا۔ سو تم ہرگز نہ مرنا۔ مگر درانحالیکہ تم مسلمان ہو۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنا

ثبوت دوم

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝)
سورۃ آل عمران رکوع ۱۱ پ ۴)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو۔ اللہ سے ڈرتے رہو جیسا اس سے ڈرنا چاہئے۔ اور نہ مرو مگر ایسے حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ تم مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے رہنا۔

تیسرا عنوان

مرنے والے مسلمان کے متعلق ہدایات

پہلی

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رض قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔
(رواہ ابو داؤد)

ترجمہ:- معاذؓ بن جبل سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو- وہ بہشت میں داخل ہوگا۔

اس کا طریقہ یہ ہے

کہ مرنے والے کے پاس بیٹھنے والوں کو چاہیئے کہ وہ آہستہ آہستہ کلمہ لا الٰہ اِلا اللہ پڑھیں- ایسا بلند آواز سے نہ پڑھیں- کہ وہ شور سے تنگ آکر انھیں منع کرے- کہ کیوں پڑھتے ہو اور نہ اسے کہیں- کہ پڑھے- کہیں ایسا نہ ہو- کہ سکرات کی تکلیف کے باعث انکار ہی کر دے۔

دوسری

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (رواہ مسلم)

ترجمہ:- ابی سعیدؓ و ابی ہریرہؓ سے روایت ہے- دونوں نے کہا- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- اپنے مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کیا کرو۔

اس تلقین کا طریقہ

یہی ہے- جو اس سے پہلی حدیث کی شرح میں عرض کر چکا ہوں۔

تیسری

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ یَسَارٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِقْرَأُوْا سُوْرَۃَ یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاکُمْ (رواہ احمد و ابو داؤد و ابن ماجۃ)

ترجمہ:- معقلؓ بن یسار سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- اپنے مرنے والوں پر سورہ یٰسین پڑھا کرو۔

مولانا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

لمعات میں تحریر فرماتے ہیں (عَلٰی مَوْتَاکُمْ اَلظَّاھِرُ اَنَّ الْمُرَادَ الْمُحْتَضَرُ وَعَلَیْہِ الْعَمَلُ وَالسِّرُّ فِیْ تَخْصِیْصِ ھٰذِہِ السُّوْرَۃِ بِالْقِرَاءَۃِ عَلَی الْمَیِّتِ مَوْکُوْلٌ اِلٰی عِلْمِ النُّبُوَّۃِ ۱۲ لمعات)

ترجمہ:- اس سورہ کے میت پر پڑھنے سے بظاہر مراد یہی ہے کہ جس شخص پر سکرات طاری ہو اور اس پر پڑھی جائے- اور (مسلمانوں کا) عمل بھی اسی پر ہے- اور مرنے والے پر اس سورۃ کا پڑھنا (اس کی حکمت) نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علم پر سونپی گئی ہے- (یعنی اس کی حکمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں)

چوتھا عنوان

مُسلمان کے مرنے کے بعد اسکے متعلقین کیلئے ہدایات

میّت کو سفید کپڑے کا کفن پہنانا چاہیئے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلْبَسُوْا مِنْ ثِیَابِکُمُ الْبَیَاضَ فَاِنَّھَا مِنْ خَیْرِ ثِیَابِکُمْ وَکَفِّنُوْا فِیْھَا مَوْتَاکُمْ وَمِنْ خَیْرِ اَکْحَالِکُمُ الْاِثْمِدُ فَاِنَّہٗ یُنْبِتُ الشَّعْرَ وَیَجْلُوْ الْبَصَرَ- (رواہ ابو داؤد والترمذی)

ترجمہ:- ابنؓ عباسؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے کپڑوں میں سے سفید کپڑے پہنا کرو- کیونکہ وہ تمہارے بہترین کپڑوں میں سے ہیں اور انھیں (سفید کپڑوں) میں اپنے مرنے والوں کو کفن پہنایا کرو- اور تمہارے سرموں میں سے بہترین سرمہ اثمد ہے- کیونکہ وہ بال اگاتا ہے- اور نظر کو تیز کرتا ہے

میّت پر آواز نکالے بغیر رونا جائز ہے

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُوْنٍ وَّھُوَ مَیِّتٌ وَّھُوَ یَبْکِیْ حَتّٰی سَالَ دُمُوْعُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی وَجْہِ عُثْمَانَ (رواہ الترمذی و ابو داؤد و ابن ماجۃ)

ترجمہ:- عائشہ سے روایت ہے- کہا- بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون کو بوسہ دیا- حالانکہ وہ مر چکے تھے- آپؐ رو رہے تھے- یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو عثمان کے چہرہ پر پڑے۔

پانچواں عنوان

مرنے کے بعد میت کو جلدی دفن کر دینا چاہیئے

عَنْ حُصَیْنِ بْنِ وَحْوَحٍ اَنَّ طَلْحَۃَ بْنَ الْبَرَاءِ مَرِضَ فَاَتَاہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُہٗ وَقَالَ اِنِّیْ لَآ اَرٰی طَلْحَۃَ اِلَّا قَدْ حَدَثَ بِہِ الْمَوْتُ فَاٰذِنُوْنِیْ بِہٖ وَعَجِّلُوْا فَاِنَّہٗ لَا یَنْبَغِیْ لِجِیْفَۃِ مُسْلِمٍ اَنْ تُحْبَسَ بَیْنَ ظَھْرَانَیْ اَھْلِہٖ (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ:- حصین بن وحوح سے روایت ہے تحقیق طلحہ بن براء بیمار ہوا- پھر اس کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیمار پرسی کے لئے آئے- تب آپ نے فرمایا بے شک میں طلحہ کے متعلق یہی خیال کرتا- مگر یہ کہ اس پر موت کا وقت آگیا ہے

پھر تم مجھے (اس کے مرنے کے بعد) اطلاع دو- اور جلدی کرو- کیونکہ مسلمان کی لاش کے متعلق یہ مناسب نہیں ہے کہ اسے اس کے عزیزوں کے سامنے روک کر رکھا جائے۔

چھٹا عنوان

جنازے کو اٹھا کر جلدی جلدی چلنا چاہیئے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَسْرِعُوْا بِالْجَنَازَۃِ فَاِنْ تَکُ صَالِحَۃً فَخَیْرٌ تُقَدِّمُوْنَھَا اِلَیْہِ وَاِنْ تَکُ سِوٰی ذٰلِکَ فَشَرٌّ تَضَعُوْنَہٗ عَنْ رِقَابِکُمْ متفق علیہ

ترجمہ:- ابی ہریرہ سے روایت ہے- کہا- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- جنازے کو اٹھا کر جلدی چلو- اگر وہ نیک ہے تو اس کو اچھی جگہ پر جلدی پہنچاتے ہو- اور وہ اس کے سوا (یعنی بُرا) ہے- تو شر ہے- تم اسے اپنی گردنوں سے جدا کر رکھتے ہو۔

یعنی

اگر وہ نیک ہے تو قبر میں اسے جلدی پہنچاتے ہو- جو اس کے لئے بہشت کا باغ ہے- اور وہ بُرا ہے- تو اس بُرے کو اپنی گردنوں سے جلدی جدا کر ڈالتے ہو

ساتواں عنوان

جنازہ اٹھائے جانے کے بعد بولتا ہے

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا وُضِعَتِ الْجَنَازَۃُ فَاحْتَمَلَھَا الرِّجَالُ عَلٰی اَعْنَاقِھِمْ فَاِنْ کَانَتْ صَالِحَۃً قَالَتْ قَدِّمُوْنِیْ وَاِنْ کَانَتْ غَیْرَ صَالِحَۃٍ قَالَتْ لِاَھْلِھَا یَا وَیْلَھَا اَیْنَ تَذْھَبُوْنَ بِھَا یَسْمَعُ صَوْتَھَا کُلُّ شَیْءٍ اِلَّا الْاِنْسَانُ وَلَوْ سَمِعَ الْاِنْسَانُ لَصَعِقَ (رواہ البخاری)

ترجمہ:- ابی سعیدؓ سے روایت ہے- کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- جب جنازہ رکھا جاتا ہے- پھر اسے آدمی اپنی گردنوں پر اٹھاتے ہیں- پھر اگر وہ نیک ہوتا ہے- تو کہتا ہے مجھے جلدی لے چلو- اور اگر وہ نیک نہیں ہوتا- تو اٹھانے والوں سے کہتا ہے ہائے افسوس اسے اس کو تم کہاں لے جاتے ہو- اس کی آواز ہر چیز سنتی ہے- سوائے انسان کے اور اگر انسان سن لے- تو بے ہوش ہو جائے۔

صالح کون ہے

صالح وہ شخص ہے جو دنیا کی زندگی اللہ تعالےٰ کی مقدس کتاب قرآن مجید کی راہ نمائی کے مطابق گذارے - اور قرآن مجید کے مطابق زندگی گذارنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونہ کو پیش نظر رکھے -

اگر یہ نہیں ہے

تو پھر غریب ہو یا امیر - رعایا ہو یا بادشاہ - چپڑاسی ہو یا وزیر اعظم - جاہل ہو یا عالم - مرید ہو یا پیر - چپڑاسی کی بیوی ہو یا بادشاہ کی بیگم - سب غیر صالح کی فہرست میں داخل ہیں - اللّٰہم لا تجعلنا منہم -

قبر کے اندر کا فرق

بظاہر تو قبریں سب کی یکساں ہوں گی مگر اندر فرق ہوگا - اللہ تعالیٰ کے صالح بندے کی قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ - بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی - اگرچہ ظاہری شکل کے لحاظ سے صالح کی قبر سادہ اور ایک مٹی کا ڈھیر کیوں نہ ہو - اور غیر صالح اگرچہ شاہ وقت کیوں نہ گذرا ہو اس کی قبر اندر سے دوزخ کا گڑھا ہوگی اگرچہ شاہزادگان نے باپ کی قبر کو لاکھوں روپوں کے سنگ مرمر اور جواہرات سے مرصع کیوں نہ کیا ہوا ہو -

آٹھواں عنوان

جنازے کا احترام کرنا چاہیئے

پہلی حدیث

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا رَاَیْتُمُ الْجَنَازَۃَ فَقُوْمُوْا فَمَنْ تَبِعَھَا فَلَا یَقْعُدْ حَتّٰی تُوْضَعَ (متفق علیہ)

ترجمہ - ابی سعید سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب تم جنازے کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ - بس جو شخص اس کے ساتھ جا رہا ہے - وہ نہ بیٹھے جب تک جنازہ رکھ نہ دیا جائے -

دوسری حدیث

عَنْ عَلِیٍّ قَالَ رَاَیْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ فَقُمْنَا وَقَعَدَ فَقَعَدْنَا یَعْنِیْ فِی الْجَنَازَۃِ (رواہ مسلم)

ترجمہ : علیؓ سے روایت ہے - فرمایا - ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا - کہ (جنازہ کے لئے) کھڑے ہوئے - پھر ہم بھی کھڑے ہوگئے - اور بیٹھے پھر ہم بھی بیٹھ گئے -

ترجمہ حاشیہ لمعات شرح مشکوٰۃ

اس حدیث کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ آپ جنازے کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے - پھر آپ سے گذر جانے اور دور ہو جانے کے وقت بیٹھ گئے - دوسری یہ معنی بھی ہو سکتی ہے کہ آپ پہلے جنازے کے لئے کھڑے ہوا کرتے تھے پھر بیٹھے رہتے تھے - اس معنی کے لحاظ سے جو پہلے اٹھا کرتے تھے - وہ منسوخ ہو گیا - یا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے - کہ بعد میں بیٹھے رہنے سے یہ ثابت ہوتا ہے - کہ پہلے جو اٹھا کرتے تھے وہ مستحب امر تھا - واجب نہیں تھا -

نواں عنوان

جنازے کے ساتھ جانے کا ثواب

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَۃَ مُسْلِمٍ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا وَّکَانَ مَعَہٗ حَتّٰی یُصَلّٰی عَلَیْھَا وَ یَفْرُغَ مِنْ دَفْنِھَا فَاِنَّہٗ یَرْجِعُ مِنَ الْاَجْرِ بِقِیْرَاطَیْنِ کُلُّ قِیْرَاطٍ مِثْلُ اُحُدٍ وَّمَنْ صَلّٰی عَلَیْھَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ اَنْ تُدْفَنَ فَاِنَّہٗ [illegible]

ترجمہ :- ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - جو شخص مسلمان کے جنازے کے ساتھ چلے ایسے حال میں ساتھ جانے والے میں ایمان ہو - اور اللہ تعالےٰ سے ثواب حاصل کرنے کی نیت سے جائے - اور اس کے ساتھ ہی رہے - یہاں تک کہ جنازے پر نماز پڑھی جائے - اور اس کے دفن سے فراغت حاصل کی جائے - پس تحقیق وہ شخص دو قیراط کا اجر لے کر لوٹے گا - ہر ایک قیراط اُحُد (پہاڑ) جیسی ہوگی اور جس شخص نے جنازے کی نماز پڑھی - پھر دفن کرنے سے پہلے لوٹ آیا - پس تحقیق وہ ایک قیراط لے کر لوٹا

اجر پانے کی شرط لگائی گئی ہے

حدیث شریف کے ترجمے پر غور کیجئے کہ جس اجر کے دئے جانے کا وعدہ کیا گیا ہے وہ اس شرط پر ہے کہ محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ساتھ جا[illegible] نہ کہ نام و نمود یا برادری کی بھاجی کا حق ادا کرنے کے لئے جائے - اس نیت سے جانے والے کو کوئی ثواب نہیں ملے گا -

دسواں عنوان

لوگوں کی تعریف کرنے سے جنازہ بہشتی ہو جاتا ہے اور مذمت کرنے سے دوزخی ہو جاتا ہے

عَنْ اَنَسٍ قَالَ مَرُّوْا بِجَنَازَۃٍ فَاَثْنَوْا عَلَیْھَا خَیْرًا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَجَبَتْ ثُمَّ مَرُّوْا بِاُخْرٰی فَاَثْنَوْا عَلَیْھَا شَرًّا فَقَالَ وَجَبَتْ فَقَالَ عُمَرُ مَا وَجَبَتْ فَقَالَ ھٰذَا اَثْنَیْتُمْ عَلَیْہِ خَیْرًا فَوَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ وَھٰذَا اَثْنَیْتُمْ عَلَیْہِ شَرًّا فَوَجَبَتْ لَہُ النَّارُ اَنْتُمْ شُھَدَاءُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ - (متفق علیہ)

ترجمہ :- انسؓ سے روایت ہے کہا - کہ صحابہ کرام ایک جنازہ پر سے گذرے - پھر اس کے نیک ہونے کی تعریف کی - تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - لازم ہو چکی پھر ایک دوسرے جنازے پر سے گذرے - پھر اس کے متعلق بُرے ہونے کا ذکر کیا - پھر آپؐ نے فرمایا - لازم ہو چکی - پھر عمر نے عرض کی - کیا چیز لازم ہو گئی - تب آپؐ نے فرمایا جس شخص کے لئے تم نے نیکی کی تعریف کی اس کے لئے بہشت لازم ہو چکی ہے اور یہ تم نے اس کے متعلق برائی کا ذکر کیا - اس کے لئے دوزخ لازم ہو چکی ہے - تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو -

واقعہ یہ ہے

یہ تو ہو سکتا ہے کہ ایک بُرے شخص کے شر سے بچنے کے لئے لوگ اس کے روبرو نیک کہہ دیں لیکن جب وہ مر جائے - اور اب اس کے متعلق صاف گوئی سے کام لینے میں کوئی خطرہ بھی نہ ہو - تو اس صورت میں لوگ یقیناً بُرے کو بُرا ہی کہیں گے اور مرنے کے بعد جس شخص کو نیک کہیں گے وہ ضرور نیک ہی ہوگا -

گواہی دینے والے اللہ کے مقبول بندے ہوں

جن لوگوں کی شہادت کے باعث بہشت یا دوزخ کا ٹکٹ مل رہا ہے - وہ خود توحید پرست شریعت کے پابند یعنی اللہ تعالیٰ

کے نیک بندے ہونے چاہئیں۔ جن کی گواہی کو اللہ تعالےٰ قبول فرمائے۔

ورنہ سب کافر

تو ایک توحید پرست کو برا ہی کہیں گے جو ان کی بت پرستی کے خلاف ساری عمر پروپیگنڈا کرتا رہا ہے۔ مرنے کے بعد بھی اسے بُرا ہی کہیں گے۔ تو ان کافروں کے بُرا کہنے سے خواہ وہ دس کروڑ کی تعداد میں کیوں نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی قبر کو دوزخ کا گڑھا بنائے گا۔ ہرگز نہیں۔ اور ایک اعلیٰ درجہ کے مبلغ اسلام نبوی کو وُہ بے دین لوگ تو مرنے کے بعد بُرا ہی کہیں گے۔ جو ان کی خلاف شرع رسموں کے خلاف ساری عمر ٹوکتا رہا ہے۔ وہ تو اس کے مرنے سے خوش ہوں گے۔ کہیں گے۔ اچھا ہوا۔ کہ ہمارا دشمن مرگیا۔ تو کیا ایسے بے دینوں کی گواہی کے باعث اللہ تعالیٰ اپنے اس مخلص مبلغ دین الٰہی کو قبر میں سزا دے گا۔ ہرگز نہیں۔

لہٰذا ثابت ہوگیا

کہ جن لوگوں کی تعریف سے بہشت اور مذمت کرنے سے قبر دوزخ کا گڑھا بنے گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ہونے چاہئیں۔ اللہ تعالےٰ کے مقبول بندے وہ ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے قانون (قرآن مجید) کی دل سے عزت کرتے ہیں۔ اور جن احکام کا انکی ذات سے تعلق ہے۔ ان کو عملی جامہ پہناتے ہیں۔ اور اتباع احکام الٰہی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ سامنے رکھتے ہیں۔ مثلاً نماز پڑھتے ہیں اور نماز پڑھتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ پیش نظر رکھتے ہیں کہ آپ قیام کس طرح کرتے ہیں کہ آپ قیام کس طرح کرتے تھے رکوع اور سجود کسطرح کرتے تھے۔ التحیات میں کیا کچھ پڑھتے تھے۔ علی ہذا القیاس تمام اعمال حیات میں قرآن مجید کا اتباع اور رسول اللہ علیہ وسلم کا نمونہ سامنے رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی میّت کے حق میں شہادت خیر بہشت کے داخلے کا سبب بنجاتی ہے اور میت کی برائی کریں اسکے لئے دوزخ کا دروازہ کھل جانے کا موجب بن جاتی ہے۔

گیارھواں عنوان

عورت کا جنازہ پڑھاتے وقت امام کو اس کے وجود کے درمیان کھڑا ہونا چاہئے۔

عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ عَلَی امْرَأَۃٍ مَاتَتْ فِیْ نِفَاسِھَا فَقَامَ وَسْطَھَا (متفق علیہ)

ترجمہ:۔ سمرۃ بن جندب سے روایت ہے کہا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں اس عورت پر نماز پڑھی۔ جو اپنے نفاس کی حالت میں مر گئی تھی۔ پھر آپؐ اس کے (وجود کے) درمیان میں کھڑے ہوئے تھے۔

بارھواں عنوان

نماز جنازہ میں کونسی دعا پڑھنی چاہئے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ اِذَا صَلّٰی عَلَی الْجَنَازَۃِ قَالَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَ کَبِیْرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَ اُنْثَانَا۔ اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَ مَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَ لَا تَفْتِنَّا بَعْدَہٗ

(رواہ احمد و ابو داؤد والترمذی و ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنازے پر نماز پڑھتے تھے فرماتے تھے (عربی دُعا کا ترجمہ یہ ہے) اے اللہ ہمارے زندوں کو بخش دے۔ اور ہمارے مردے کو بخشدے۔ اور ہمارے حاضر (لوگوں) کو بخشدے۔ اور ہمارے غیر حاضر کو بخشدے۔ اور ہمارے چھوٹے کو بخشدے اور ہمارے بڑے کو بخش دے۔ اور ہمارے مردوں کو بخشدے اور ہماری عورتوں کو بخشدے اے اللہ۔ جسے تو ہم میں سے زندہ رکھے تو اسے اسلام پر زندہ رکھ۔ اور جسے تو ہم میں سے موت دے تو اسے ایمان پر موت دے۔ اے اللہ اس مرنے والے کے غم کے اجر سے ہمیں محروم نہ کر۔ اور اس کے مرنے کے بعد ہمیں کسی فتنے میں مبتلا نہ کر۔

تیرھواں عنوان

قبر پر جاکر کونسی دعا پڑھنی چاہئے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرٍ بِالْمَدِیْنَۃِ فَاَقْبَلَ عَلَیْھِمْ بِوَجْھِہٖ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَ لَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں چند قبروں پر سے گزرے پھر آپ نے ان کی طرف مُنہ کیا۔ پھر فرمایا (اس دُعا کا ترجمہ) اے قبروں والو۔ تم پر سلام ہو۔ اللہ ہمیں اور تمہیں بخش دے۔ تم ہم سے پہلے (یہاں) آ گئے ہو اور ہم تمہارے پیچھے آ رہے ہیں۔

چودھواں عنوان

میّت کے مال میں کیا کرنا چاہئے

۱

(۱) میت کو لحد قبر تک پہنچانے کے لئے جو خرچ ہو وہ سب اس کے مال سے ادا کرنا چاہئے۔ مثلاً میت کے نہلانے کے لئے پانی بھرنے والے کی اُجرت۔ کفن کی قیمت[۲]۔ کفن سینے والے کی مزدوری[۳]۔ نہلانے کے لئے صابن کی قیمت[۴]۔ اگر پانی گرم کرنا ہے تو لکڑیوں کی قیمت[۵]۔ اگر جنازے کو قبرستان تک پہنچانے کے لئے مُفت آدمی نہیں ملتے تو جنازہ اٹھانے والے مزدوروں کی اُجرت[۶]۔ اگر قبرستان دوُر ہے۔ اور گاڑی پر جنازہ لے جانا ہے۔ تو گاڑی کا کرایہ[۷]۔ اگر قبر کھودنے والے مفت نہیں کھودتے۔ تو قبر کھودنے والے کی اُجرت[۸]۔ اگر جنازے کو نہلانے والا مفت نہیں ملتا۔ تو نہلانے کی اُجرت[۹]

۲

میّت کے مال میں سے جو اس کے ذمہ قرض ہے وُہ ادا کرنا چاہئے۔ خواہ ساری بقیہ جائداد اسی میں صرف ہو جائے۔ عورت کا مہر (اگر ادا نہیں ہوا) تو اسی قرض کے سلسلہ میں ادا کیا جائیگا۔

اللہ تعالیٰ بھی کسی کے قرض کو معاف نہیں کرتا

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یُغْفَرُ لِلشَّھِیْدِ کُلُّ ذَنْبٍ اِلَّا الدَّیْنَ (رواہ مسلم)

ترجمہ:۔ عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شہید کے سب گناہ (سوائے قرض کے) معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

اسی لئے

یہ امر ضروری ہے کہ میت کو لحد قبر میں

پہنچانے کے بعد سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اس کے مال میں سے قرض ادا کیا جائے۔

۳

قرض ادا کئے جانے کے بعد اگر وہ وصیت کر گیا ہے تو اسے پورا کیا جائے۔ بشرطیکہ وہ وصیت اس کے تہائی مال سے زیادہ کی نہ ہو۔

۴

وصیّت کے پورا کرنے کے بعد جو مال بچے اسے شریعت کے مطابق وارثوں پر تقسیم کر دیا جائے۔ جن کے حصّوں کی تفصیل کتاب و سنتہ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

ان چار مدات کے سوا اور کوئی مد نہیں

کتاب و سنتہ کی روشنی میں یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ میت کے مال میں سے ان چار مدوں کے سوا شریعت نے اور کوئی مد مقرر نہیں کی۔ کہ میت کے مال میں خیرات بھی کی جائے۔ ہاں یہ ایک الگ سوال ہے کہ میت کو ثواب پہنچانے کیلئے کوئی خیرات کیجاتے تو جائز ہے یا نہیں اور اس خیرات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میت کو ثواب پہنچانے کیلئے کوئی خیرات بھی کیجائے تو جائز ہے اور میت کو اس کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

خیرات کے مروجہ طریقہ

میں بعض چیزیں قابل اصلاح ہیں۔ اگر ان کی اصلاح کر لی جائے تو پھر شرعی نقطۂ نگاہ سے کوئی حرج نہیں ہے۔ پہلے مال کو حلال ہونا چاہیئے۔ مثلاً رشوت کے ذریعہ سے حاصل کیا ہوا نہو۔ اور اگر تجارت پیشہ ہے۔ تو لوگوں سے جھوٹ بول کر کمایا ہوا نہو۔ اور اگر کسی مسلمان سے اشتراکی کاروبار ہے۔ تو شریک کار کی اجازت کے سوا حاصل کیا ہوا نہ ہو۔ بلیک مارکیٹ سے کمایا ہوا نہ ہو وغیرہ وغیرہ۔ غرضیکہ جس خیرات میں سارا مال حرام کا ہوگا یا اس میں حرام کے مال کی ملاوٹ ہو وہ خیرات نہ قبول ہوگی۔ اور نہ اس کا ثواب ہی میت کی روح کو پہنچے گا۔

پاکستان بننے سے پہلے

خیرات کی مقررشدہ تاریخوں پر میت کے لئے خیرات ضرور کرتے تھے۔ اگر اپنی جیب میں پیسے نہ ہوتے تو ہندو کی دکان سے میٹھے چاول پکانے کے لئے چاول۔ گڑ۔ گھی۔ کشمش وغیرہ قرض لے آتے تھے۔ اور ہندو ان چیزوں کی قیمت پر مہینہ کے بعد سود لگا لیتا تھا۔ گویا کہ سود کے ذریعہ سے حاصل کردہ چیز مسلمان نے خیرات کی۔ اس طریقہ کی خیرات پر بھی حق پرست علماء کرام اعتراض کرتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ اس خیرات سے راضی نہیں ہے تو میت کی روح کو ثواب کیسے پہنچے گا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث شریف کا ترجمہ یہ ہے۔ "کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیاج کھانے والے اور بیاج کھلانے والے۔ اور اس پہ گواہ بننے والے اور سودی کاروبار کو لکھنے والے پر لعنت کی ہے۔" خیرات کی قبولیت کے لئے دوسری شرط یہ ہے۔ کہ خیرات کرنے والے کے دل میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا پیش نظر ہو۔ یہ خیال نہ ہو کہ لوگ میری تعریف کریں کہ اس نے ماں باپ کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے بڑی خیرات کی ہے۔ تیسری چیز یہ ہے کہ جب وہ خیرات ہے تو خیرات کے مستحق لوگوں کی خدمت میں پہنچائی جائے نہ کہ نام تو خیرات کا ہو اور برادری میں معزز اور دولتمند عورتوں اور مردوں کو جمع کر کے کھلائی جائے یا دوسرے معزز دوستوں کو بلا کر ان کی تواضع کی جائے چوتھی چیز یہ ہے کہ اس خیرات میں یتیم کا مال شامل نہ ہو۔ ورنہ وہ خیرات قبول نہ ہوگی۔ اور نہ میت کی روح کو ثواب پہنچے گا۔ مثلاً ایک شخص فوت ہو گیا ہے اور اس کے وارثوں میں ایک یا دو بچے نابالغ ہیں اب جب تک ان یتیم بچوں کا حصّہ میت کے مال میں سے الگ نہیں کر دیا جائے گا۔ اس وقت تک خیرات جائز نہیں ہوگی۔ کیونکہ مال تقسیم کرنے اور اور یتیموں کا حق جدا کرنے سے پہلے جو چیز بھی خرچ کی جائے گی۔ اس میں یتیم کے حصے کی ضرور ملاوٹ ہوگی۔ اور اس چیز کا کھانا حرام ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ملاحظہ ہو

(اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۝)

ترجمہ:۔ بیشک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ آگ سے بھرتے ہیں۔ اور عنقریب آگ میں داخل ہونگے۔

خیرات کے قبول نہونے کا ایک اور سبب

جو خیرات میت کے مال میں سے کی جاتی ہے۔ اس کے قبول نہ ہونے کا ایک سبب بھی ہے۔ فرض کر لو۔ کہ وارثوں میں کوئی یتیم نہیں ہے۔ مگر باقی جتنے وارث ہیں کیا ان سے مشورہ کر کے خیرات کی جاتی ہے کہ بھائی علی الحساب میت کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے مثلاً دو تین سو روپیہ خرچ کر دیتے ہیں۔ پھر حساب کر کے حصّہ رسد اپنے حصّہ میں سے اتنا روپیہ کم لیں گے۔ جب سب ورثا سے اجازت نہیں لی جاتی۔ تو دوسرے کا مال بلا اجازت خرچ کرنے کا کسی کو کیا حق ہے بلکہ کوئی بعید نہیں کہ بعض وارث دل میں ناراض ہوں کہ اگر یہی روپیہ ہمارے بال بچوں کے کام آتا تو بہتر تھا۔ لیکن لوگوں کی طعن و تشنیع کے ڈر سے مونہہ سے کہتے ہیں۔ اس صورت میں بھی یہ خیرات ناجائز ہو جاتی گی اور میت کی روح کو اس کا کوئی ثواب نہیں پہنچے گا۔

اگر خیرات ان قابل اعتراض

چیزوں سے صاف ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ بارگاہ الٰہی میں قبولیت کی بھی امید واثق ہے اور میت کی روح کو ثواب بھی پہنچ جائے گا۔

وما علینا الّا البلاغ

مجلسِ ذکر

منعقدہ ۸ مئی ۱۹۵۸ء مطابق ۱۸ شوال ۱۳۷۷ھ

آج ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا **احمد علی** صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔ (خاموش مبلغ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی **اما بعد**

عرض یہ ہے کہ یہ اجتماع ہر جمعرات کو ہوتا ہے۔ جو خصوصی جماعت کا ہے۔ وُہ اللہ کے بندے جو اللہ ھُو کا ذکر سیکھنے کے لئے (قادری خاندان کے طریقہ پر) یہاں جمع ہو جاتے ہیں۔ صُوفیاء کرام کے چار طریقے...... چشتی قادری۔ نقشبندی اور سہروردی مشہور ہیں۔ مقصد سب کا ایک ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو روحانی بیماریوں سے شفایاب ہو کر اس دُنیا سے رُخصت ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ظاہر کی صفائی کو تو ہر آدمی سمجھتا ہے۔ لیکن باطنی امراض روحانی کا پتہ کتاب و سنّت سے چلتا ہے۔ اہل علم حضرات کو کتاب و سنت کے پڑھنے سے ان بیماریوں کی اطّلاع تو ہو جاتی ہے لیکن باوجود اس کے ان امراض سے شفا نہیں ہوتی۔ جب تک کسی ہادی یعنی باطن کے کامل کی صحبت میں رہ کر علاج نہ کرایا جائے۔

راہ نما وہی ہو سکتا ہے جس نے اپنے بزرگوں کی خدمت میں مدّتِ مدید تک رہ کر اپنی باطنی تربیت کرائی ہو۔ امراض روحانی سے شفایاب ہونے کے لئے ایسے شیخ کامل کی صحبت میں رہنا پڑتا ہے۔ اور شیخ کامل طالب کو اپنے طریق پر چلاتا ہے اور ہر طرح سے اس کی اصلاح کے لئے نگہداشت رکھتا ہے۔ آج جو کچھ میں عرض کرنا چاہتا ہوں وُہ دُعا دین کی کتابوں میں موجود ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَّ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا۔

امراض رُوحانی سے شفا پانے کے لئے

یہ دُعا بہترین نسخہ ہے

طبیب کے صرف دوا بتا دینے سے شفا نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ مریض جا کر دوا لائے اور حسب ہدایت طبیب دوا تیار کرے اور استعمال میں لائے۔ فقط اطلاع پانے سے شفایاب نہیں ہو سکتا۔

یہ عجیب نسخہ ساری دنیا کو جنّت میں پہنچانے کا کفیل ہے۔ یعنی "اے اللہ مجھے میری اپنی نظر میں ذلیل کر دے اور لوگوں کی نظر میں معزز بنا دے" اگر یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو واقعی اِنسان کی اصلاح ہو جائے۔ خرابی اس سے پیدا ہوتی ہے کہ خود دوسروں کی توہین کرتا رہے، تو اس کو احساس نہیں ہوتا اور اپنے خلاف کوئی بات سُنے تو بڑا غصّہ لگتا ہے۔

اہل اللہ یہ سکھاتے ہیں بشرطیکہ متاثر میں بھی صلاحیّت ہو۔ اور مؤثر میں بھی صلاحیّت ہو۔ جن کو اللہ تعالےٰ نے یہ اعزاز عطا فرمایا تھا واقعی وہ اس قابل تھے۔ دُنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبرؑ گذرے ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السّلام سے بڑھ کر ہیں۔ کسی اُمّت نے اپنے نبیؑ کی اتنی قدر شناسی نہیں کی جتنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے کی ہے قیامت کے دن بعض پیغمبرؑ ایسے آئیں گے کہ اُن کے ساتھ ایک بھی اُمّتی نہ ہوگا بعض کے ساتھ صرف ایک ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کو تو حضورؐ کے جیتے جی کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ کا سرٹیفکیٹ مل گیا ہے۔ یعنی تم تمام اُمتوں سے بہترین اُمّت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے یہ الفاظ نازل فرمائے۔ جس کو خدا تعالیٰ خیر اُمّت قرار دے اس سے بڑھ کر بھی کوئی عزت کا مقام ہو سکتا ہے۔

بہر حال امراض روحانی کا ذکر قرآن مجید اور ارشاداتِ نبوی میں ہے اور قرآن مجید و حدیث کا فقط ترجمہ پڑھ لینے سے شفا نہیں ہو سکتی والوں کی صحبت میں مدّت مدید تک رہ کر اصلاح باطن کرانی پڑتی ہے۔

میں بے نماز کے ہاتھ کی چیز حلال سمجھتا ہوں اور کافر جس نے مٹھائی بنائی ہے اگر کوئی چیز ہمارے مذہب کے خلاف اس میں نہیں ڈالی اس کے ہاتھ کی بنی ہوئی چیز کھانی جائز ہے۔ البتّہ ہندو مشرک کے ہاتھ سے ذبح کی ہوئی چیز کھانا حرام ہے۔

جو شخص باطن کو پاک کرنا چاہے یا روحانیت کی پرواز کو تیز کرنا چاہتا ہے اس کے لئے بے نماز کے ہاتھ کی چیز کھانے سے بھی مصلحتاً منع کرتا ہوں حالانکہ شرعًا اس کے کھانے کی کوئی ممانعت نہیں۔

ایک مثال۔ ایک عورت نے لیمپ میں تیل ڈالا۔ اور صابن سے ہاتھ دھو کر آٹا گوندھا اور روٹی پکائی۔ تو اس کے ہاتھ کے مسامات سے مٹی کے تیل کی بو کا اثر آٹے میں ضرور آ جائے گا اور نازک طبع انسان فوراً محسوس کرے گا کہ کھانے میں مٹی کے تیل کی بُو کا اثر ہے۔ جو شخص اَقرب الی اللہ ہونا چاہتا ہے اس کو باطن کی صفائی کے لئے کچھ پابندیاں ضرور کرنی پڑتی ہیں۔

کیا مذکورۃ الصدر دُعا کی عبارت پڑھنے سے واقعی انسان کے اندر یہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں۔ ہرگز نہیں۔

اپنے وقت کے مجدد شیخ احمد سرہندیؒ کا نقشبندی خاندان ہے۔ ان کے مکتوبات میں ہے کہ ہر کافر فرنگ ملحد زندیق کو اپنے سے بدرجہا بہتر سمجھتا ہوں یہ ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا۔

ہم ان کو مجدد مانتے ہیں۔ اِن کے پایہ کا کوئی ولی نہیں — یہ کیسا رنگ چڑھا ہوا ہے کہ وہ ملحد و زندیق اور یہود و نصاریٰ کو اپنے سے بہتر کہتے ہیں۔

بعض آدمی میرے پاس آ کر کہتے ہیں کہ دعا کیجئے فلاں مصیبت میں پھنسا ہوا ہوں۔ تو میں کہا کرتا ہوں کہ

استغفار پڑھا کرو۔ مَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ کوئی مصیبت تم کو نہیں پہنچتی۔ مگر تمہارے ہی ہاتھوں کی کرتوت ہے اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر گناہوں سے توبہ کرو۔ ہر ایک گناہ کی نوعیت علیحدہ ہوتی ہے اور ہر مصیبت تمہارے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اس لئے جو گناہ تم نے کئے ہیں اُن کو سامنے رکھ کر توبہ کرو۔ اللہ تعالیٰ گناہ معاف فرما دے گا اور مصیبت سے نجات دے گا۔

انسان اپنی برائیوں کو دیکھے اپنے عیبوں پر نظر رکھے اور دوسرے کی خوبیوں اور محاسن پر نظر ڈالے یہ حضرت مجددؒ کے شایان شان ہے۔

کافر کی زبان میں قوّت گویائی اللہ کی ہے آنکھوں میں بینائی اللہ کی دی ہوئی ہے۔ زندگی اللہ کی دی ہوئی ہے۔ اس کی زبان اللہ تعالیٰ کی صفت کلام کی مظہر ہے۔ دماغ میں عقل خالق العقلا کا پرتو ہے۔ سمیع سے سماعت کی کرنٹ (کانوں میں شنوائی) آ رہی ہے۔ صفت بطش کا عکس (ہاتھ میں پکڑنے کی قوت) پڑ رہا ہے گویا کہ وہ کافر ملحد زندیق ساری صفات الٰہیہ کا مظہر ہے۔ کافر میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا پرتو پر نظر رکھے اور اپنے عیب گن گن کر سامنے رکھے۔ حالانکہ یہ خود بھی اِن صفات الٰہیہ کا مظہر ہے ان کو نظر انداز کر دے۔ ان چیزوں کا قال حال ہو جائے تو مجدّد صاحب والا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔

حضرت رائے پوری مدظلہٗ سے ایک قِصّہ سن کر مولوی حبیب اللہ صاحب نے بیان کیا کہ ایک بزرگ کا خادم کوئی تصوّف کی کتاب پڑھ رہا تھا تو اس بزرگ نے منع کیا کہ تصوّف کی کتاب مت پڑھو۔ ہم سے بدظن ہو جاؤ گے۔ کیونکہ سوانح لکھنے والے نے تو سب خوبیاں چن چن کر لکھ دی ہیں۔ جب یہ پڑھے گا تو سمجھے گا کہ میرے ۴۴

۴۴ شیخ میں تو فلاں فلاں کمزوریاں ہیں۔ جب عقیدت گئی تو رنگ بھی گیا۔

اگر شیخ کامل ہو اور طالب صادق ہو تو رنگ چڑھتا ہے۔ طالب صادق کی تین علامتیں عرض کیا کرتا ہوں۔ عقیدت ادب اور اطاعت میں فرق نہ آئے۔ تو یہ چیز حال بن جاتی ہے کہ غیر کے محاسن تو صفات الٰہیہ کا مظہر ہیں اور اپنی بشری کمزوریاں بھی سامنے ہیں۔ اگر یہ سبق پک جائے تو رنگ چڑھ جائے گا۔

صوفیائے کرام کے یہاں ایک جملہ ہے "جو دم غافل سو دم کافر" اگر ایک سانس بھی اللہ کی یاد سے خالی جائے تو نفس کو ڈانٹتے ہیں۔

جو انسان نماز نہیں پڑھتا وہ گدھے سے بدتر ہے۔ حیّ علی الصّلوٰۃ سنے اور نہ آئے۔ تو گدھے سے بھی بدتر ہے۔ گدھا سارا دن بوجھ ڈھوتا ہے مار بھی کھاتا ہے لیکن مالک کی حکم عدولی نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ ہر قطرۂ خون میں آج کا سبق رچ جائے۔ پک جائے اور قال حال ہو جائے۔

آمین یا الٰہ العالمین

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْکَ

بقیہ اداریہ

صفحہ ۳ سے آگے

امتحان صبح اور شام دونوں وقت ہوتا رہا۔ صبح ۷ سے ۱۰ تک اور شام کو ۳۰-۳ سے ۳۰-۶ تک صبح کے اوقات کے متعلق تو کسی کو کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن شام کے اوقات قابل اعتراض ہیں۔ کیونکہ ان اوقات میں دو نمازیں آتی ہیں۔ عصر کی نماز تو طالب علم اور نگران عملہ ادا کر ہی نہیں سکتے۔ مغرب کی نماز کے بھی قضا ہو جانے کا خطرہ ہے۔

کلمہ طیبہ کے بعد ارکان اسلام میں نماز سب سے زیادہ اہم رکن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اسلام اور کفر میں صرف نماز کا ہی فرق ہے۔ جبتک ہوش قائم ہیں نماز سے معافی نہیں ملتی۔ البتہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی معذوری کا خیال فرماتے ہوئے نماز کے حکم میں تخفیف فرما دیتے ہیں۔ مثلاً اگر بیمار ہے تو بیٹھ کر بلکہ لیٹ کر بھی پڑھنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح سفر میں قصر کرنے کی اجازت ہے۔ اسلام کے ایسے ضروری اور اہم رکن سے بورڈ کی یہ لاپرواہی بہت ہی افسوسناک ہے۔

ہمیں احساس ہے کہ جبتک یہ سطور چھپ کر قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچیں گی میٹرکولیشن کا امتحان ختم ہو چکا ہوگا۔

لیکن اِن سطور کو سپردِ قلم کرنے سے ہماری غرض یہ ہے کہ آئندہ کے لئے بورڈ کے ارباب بست و کشاد ایسی غلطی کا ارتکاب نہ کریں۔ وہ اگر خود ارکان اسلام کے پابند نہیں تو نہ سہی لیکن مسلمانوں کے بچوں کو تو ان کی ادائگی سے نہ روکیں ہماری تو دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ارکان اسلام کا پابند بنائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

گراں قیمت اور ناقص چینی

یوں تو پاکستان بننے کے بعد تمام اشیائے اور روزمرّہ استعمال کی سب چیزوں کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگی ہیں مثلاً گوشت۔ سبزی۔ دودھ۔ کپڑا وغیرہ کی قیمتیں کئی گنا زیادہ ہو گئی ہیں۔ لیکن چینی کی قیمت میں حالیہ اضافہ بہت زیادہ افسوسناک ہے۔ کیونکہ اس کی پیداوار اور تقسیم پر حکومت کا پورا کنٹرول ہے۔ جب چینی باہر سے درآمد ہوتی تھی تو اس کی قیمت ایک روپیہ دو آنہ فی سیر تھی۔ جب پاکستان میں چینی تیار ہونے لگی تو ہمارے ارباب حل و عقد نے اس کی قیمت گھٹانے کی بجائے اور بڑھا دی۔ پہلے ایک روپیہ چار آنہ اور اب ایک روپیہ چھ آنے فی سیر کر دی ہے۔ اس پر طرّہ یہ کہ زائد قیمت لے کر ناقص چینی مہیّا کرنے لگے ہیں۔ پاکستان میں اب بفضلہ تعالیٰ کافی سے زیادہ چینی ۴۴

۴۴ تیار ہونے لگی ہے۔ اسلئے نہ اس پر کنٹرول کو حق بجانب کہا جا سکتا ہے اور نہ اسکی قیمت میں اضافہ کے لئے کوئی وجہ جواز موجود ہے۔ دونوں کی موجودگی نااہل حکومت اور خود غرض حکام کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ وہ یا تو حکومت اور حکام کو قوم کا بہی خواہ بنائے یا قوم کو ان سے جلد از جلد نجات عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

ہمارا معاشرہ

از ابوالحسن قاسمی ناظم اعلیٰ مرکزیہ انجمن خدام ملت ملتان

اس کفر و الحاد کے زمانہ میں جبکہ اخلاق و کردار کی بیخکنی کیلئے بیحیائی۔ عریانی۔ رشوت ستانی شراب نوشی۔ قمار بازی۔ سود خواری۔ بددیانتی اور زناکاری جیسی تیز اور زہریلی آندھیاں چل رہی ہیں جو ہمارے ملک و ملت کی تباہی و بربادی کا سبب بن رہی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وحشت و بربریت کا دور ختم ہو گیا کہ زمانہ روشنی اور ترقی کا زمانہ ہے مگر عجب اندھیر ہے کہ دنیا ظلم و فساد جبر و استبداد۔ دھوکہ، فریب۔ ضلالت اور شقاوت کا گہوارہ بنی ہوئی ہے۔ مہذب اور ترقی یافتہ انسان معصیت شعاری کے سیلاب میں بہا چلا جا رہا ہے۔ دلوں کی بستیاں نفس و شیطان کے ہاتھوں ویران ہو رہی ہیں۔ جہالت۔ حماقت۔ شرارت اور خباثت کی بلائیں شرافت و اخلاق کی بوٹیاں نوچ رہی ہیں۔ امن کی جگہ بدامنی اور عدل کی جگہ ظلم جلوہ گر ہے۔ اور انسان اپنی تمام مادی ترقیوں کے باوجود تباہی و بربادی کی طرف بھاگا جا رہا ہے۔

اکثر و بیشتر حکام رشوتیں لے کر فرد کو گمراہ اور عوام کو تباہ کر رہے ہیں۔ اُمراء غریبوں کا خون چوس کر نشۂ دولت میں مست ہیں۔ بدکردار اور بددیانت لوگ اس قدر اترا رہے ہیں۔ گویا اس ملک کے مالک اور وارث یہی ہیں غرضیکہ ہمارا معاشرہ اس قدر تباہ ہو چکا ہے کہ شرفا کے لئے باعزت زندگی بسر کرنا بہت مشکل نظر آ رہا ہے۔ پاکستان کو معرض وجود میں آئے ہوئے ایک طویل عرصہ ہو چکا ہے اور سینکڑوں اصلاحی و تعمیری انجمنوں و اداروں کے باوجود ہمارا معاشرہ روز بروز خراب ہوتا جا رہا ہے۔ رہنمایان قوم معاف فرمائیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ کہیں مذہبی اختلاف ہے اور کہیں سیاسی ہیجان ہے۔ اگر تھوڑا بہت کہیں کام ہو بھی رہا ہے تو سیاسی ہنگامہ آرائی اور ہوسِ اقتدار کو اولیت حاصل ہے اور اصلاحِ معاشرہ۔ تعمیرِ سیرت و تطہیرِ فکر کو ثانوی حیثیت دی گئی ہے۔ اگر ہمارے رہنما متحد ہو کر اسلامی ملکی اور قومی مفاد کے لئے اصلاحِ معاشرہ کی طرف توجہ فرماتے تو وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ ہمارا ملک موجودہ خرابیوں سے پاک ہوتا لیکن افسوس کہ اکثر و بیشتر رہنمایان قوم خود غرضی۔ مطلب پرستی اور جاہ طلبی کا شکار ہو کر اصلاحِ معاشرہ اور انسدادِ فواحش جیسے ضروری اور نیک کاموں سے بالکل عدیم التوجہ ہیں۔ جہاں یہ امر قابلِ تسلیم ہے کہ ہمارے معاشرہ کی تباہی کا سبب رہنمایان ملک کی عدم توجہی ہے۔ وہاں یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ ہماری حکومتِ عالیہ بھی ایسے کاموں کی سرپرستی فرما رہی ہے جن سے ملک و ملت کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ مثلاً شراب کے اڈے بازارِ حسن اور سینما کی ترقی کا اصل سبب حکومت ہے۔ کیا ایک اسلامی سلطنت میں اس قسم کی گندگیوں اور خرابیوں کا ہونا توہین اسلام نہیں ہے کہا جاتا ہے کہ معاشرہ کی تباہی کا سبب عوام ہیں۔ اس مسئلہ سے انکار نہیں بلکہ عوام بھی برابر کے شریک ہیں لیکن غور طلب یہ امر ہے کہ اگر حکومت ایسے بے حیائی اور فحش کاری کے مراکز کو قانوناً بند کر دے تو کیا حکومت کے بیت المال میں خزانہ کی کمی آ جائے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسے مراکز سے حاصل شدہ رقم ہمارے ملک کے لئے تباہی و بربادی کا سبب ہے۔ حرام کی رقم میں کبھی برکت نہیں ہوتی۔ آئے دن ہمارے ملک میں ایسے واقعات پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کی وجہ سے حکومت کو لاکھوں روپے خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ مثلاً گزشتہ سیلابوں کی تباہ کاریوں کی وجہ سے حکومت کو کتنے کروڑوں روپے کا نقصان ہوا۔ اس کے علاوہ بیسیوں ایسے حالات و واقعات ہیں کہ حکومت ہمیشہ نقصان برداشت کرتی رہی ہے اور کر رہی ہے۔ لیکن اصل وجہ کی طرف توجہ نہیں دی گئی میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ جب تک ہماری حکومت سود۔ شراب۔ جوا اور سینما کے ذریعے وصول شدہ رقومات سے اپنے بیت المال کو پاک نہیں کرے گی کبھی یہ ملک ترقی کی راہوں پر گامزن نہیں ہو سکتا۔ اور ہمارے معاشرہ کی حالت جوں کی توں رہے گی بلکہ اس سے بھی بدتر ہو جائے گی۔

مجھے یہ ضمناً ذکر ضرور کرنا ہے کہ جہاں ہمارے معاشرہ کی تباہی اور بربادی میں حکومت اور رہنمایان قوم کا ہاتھ ہے وہاں یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ اس جرم میں ہمارے ملک کا پریس بھی مرتکب ہے۔ وہ اخبارات و رسائل جن کے مدیران و ایڈیٹرز سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے اصلاح معاشرہ اور انسداد فواحش پر مضامین لکھتے ہیں اور اسلامی ملکی اور قومی مفاد کے لئے عوام و حکام کو کارہائے حسنہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ انہیں مضامین کے ساتھ ساتھ اخبارات و رسائل میں بے حیائی و بدکاری کے اشتہارات بھی دئے جاتے ہیں۔ سینما جو ہمارے ملک کے نوجوانوں کے اخلاقی انحطاط کا اصل سبب ہے اس کے متعلق بڑے جلی قلم سے اشتہارات چھپتے ہیں اور بعض اخبارات و رسائل میں محض عوام کو خوش کرنے اور پیسہ کمانے کی غرض سے فلمی صفحات مخصوص ہوتے ہیں۔ اب سوچئے ایسے اخبارات و رسائل ہمارے معاشرہ کے لئے کہاں تک مفید ہیں۔ کیا یہ اخبارات صرف روپیہ کمانے کی غرض سے بدکاریوں اور بے حیائیوں کی تشہیر کا سبب نہیں؟

میں عوام و حکام اور مالکان اخبارات و رسائل سے مستدعی ہوں کہ خدا را اپنے ملک کو بدکاری اور بے حیائی کا مرکز نہ بنائیے۔ اس ملک کے حصول میں ہمیں لاکھوں نفوس و بچے بوڑھے اور ہزاروں عصمتیں قربان کرنی پڑیں۔ پاکستان کے قیام کا مقصد سمجھ لیے۔ آئیے ہم سب ملکر عہد کریں کہ ہمیشہ صداقت۔ نیک نیتی اور دیانتداری سے کام کرینگے اور خود بھی برائیوں سے بچیں گے اور دوسروں [illegible] بچانے کی کوشش کریں گے [illegible]

ذکر الٰہی

(از محمد شفیع عمرالدین صاحب سنجاول)

سلسلہ کیلئے ملاحظہ فرمائیں خدام الدین - ٢٥ اپریل ١٩٥٨ء

(٢٥)

عقلمندوں کا نصب العین

قال اللہ تعالیٰ :-

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ (آل عمران - رکوع ٢٠ پ ٤)

ترجمہ :- بے شک آسمان اور زمین کے بنانے اور رات اور دن کے آنے جانے میں البتہ عقلمندوں کے لئے نشانیاں ہیں وہ جو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے کروٹ پہ لیٹے یاد کرتے ہیں - اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں فکر کرتے ہیں - کہتے ہیں اے ہمارے رب، تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا - تو سب عیبوں سے پاک ہے - سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا -

(حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ)

حاصل کلام عقلمندوں کے لئے آسمان اور زمین کے بنانے اور رات و دن کے آنے جانے میں نشانیاں ہیں - بقول حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ "یعنی نبیؐ سے معجزہ مانگنا کیا ضرور، جو بات وہ کہتا ہے یعنی توحید اس کی نشانیاں سارے عالم میں نمودار ہیں" - ۵

برگِ درختانِ سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقِ دفتریست معرفت کردگار (سعدیؒ)

یعنی عقلمند آدمی کی نظر میں سرسبز درخت کا ہر پتّا اللہ تعالیٰ کی معرفت کا ایک دفتر ہے -

عقلمند انسان جب اللہ تعالیٰ کی مصنوعات کی طرف نظر لے جاتا ہے تو اسے توحید کا سبق ملتا ہے -

پاک بین از نظرِ پاک بہ مقصود رسید
احول از چشمِ دو بین در طمع خام افتاد (حافظؒ)

یعنی ایسا عقلمند انسان جو پاکیزہ خیالات رکھتا ہے اپنے پاکیزہ نظریہ کے باعث اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا - اور اس نے رضائے مولیٰ جل شانہ کو حاصل کر لیا --- مگر بھینگا جسے اس کی آنکھ سے ایک کے بجائے دو چیزیں نظر آتی تھیں صرف مادی دنیا کی طمع میں الجھ کر رہ گیا -

"اگر وہ اسوۂ حسنہ کی روشنی میں آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتا تو تعلق باللہ قائم کر کے فرائض عبودیت بجا لانے میں کوشاں و حریص نظر آتا - حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے حضرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قریبًا نصف شب کے وقت نمازِ تہجد کے لئے بیدار ہوئے - اور سورۃ آل عمران کی آخری دس آیتیں (اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ سے لے کر آخر سورت تک) تلاوت فرمائیں - پھر اُٹھ کر اچھی طرح اس مشک سے وضو فرمایا جو لٹک رہی تھی - اور نماز کے لئے قیام فرمایا (بخاری شریف - کتاب التفسیر)

حضرت شیخ الاسلام مولنا شبیر احمد صاحب عثمانی مرحوم نے کیا ہی خوب فرمایا ہے کہ "...... اس آیت سے معلوم ہوا کہ آسمان و زمین اور دیگر مصنوعات الٰہیہ میں غور و فکر وہی محمود ہو سکتا ہے جس کا نتیجہ خدا کی یاد اور آخرت کی طرف توجہ ہو - باقی جو مادہ پرست ان مصنوعات کے تاروں میں الجھ کر رہ جائیں اور صانع کی صحیح معرفت تک نہ پہنچ سکیں - خواہ دنیا انہیں بڑا محقق اور سائنس دان کہا کرے - مگر قرآن کی زبان میں وہ اولی الالباب نہیں ہو سکتے - بلکہ پرلے درجے کے جاہل و احمق ہیں"

حضرت مولنا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ اپنی تصنیف "ملک قرآن" میں فرماتے ہیں "...... پس یہ آیتیں درحقیقت قلب کے لئے تو اس عرفانی عمل کا تقاضا کرتی ہیں جس کا نام عقیدہ ہے - اور قالب کے لئے اس حسی عمل کا تقاضا کرتی ہیں - جس کا نام عمل صالح ہے اور جو قرب الٰہی کے درجات پر انسان کو چڑھاتا ہے - یعنی کوئی آیت تو مصنوعات الٰہیہ پیش کر کے وجودِ صانع کے عقیدے کو بدلائل دلوں میں راسخ کرنا چاہتی ہے - کوئی آیت قدرت کی تکوینی نشانیاں دکھلا کر اس کی توحید کا عقیدہ دلوں میں جمانا چاہتی ہے - پھر کوئی آیت اس کا کمال صناعی پیش کر کے اس کی تنزیہہ و تقدس کا عقیدہ سامنے لاتی ہے اور کوئی آیت اتقانِ صنعت سامنے لا کر اس کی حمد و ثنا کا جذبہ اُبھارنا چاہتی ہے - پس ان آیات کا مقتضا اور تقاضا کردہ عمل افعالِ خداوندی کی مماثلت یا صنعت و حرفت اور تمدنی ایجادات کی ترقی نہیں بلکہ دینی فکر و تدبّر کی ترقی ہے - گویا تدبّر فی الآیات سے معرفتِ حقائق اور عرفانِ الٰہی تک پہنچنا جو افعالِ قلوب اور مساعی روح کی ترقی ہے اور پھر اِن عرفانی عقیدوں کے تقاضا سے افعالِ عبودیت کی ادائیگی اور عام بدنی عبادات کو بروئے کار لایا جاتا ہے - جو حقیقتًا ان عقائد کے آثار اور ثمرات کی ترقی ہے -

(ص ٧٢ و ٧٣)

حضرت شیخ سلیمان درانیؒ کا قول ہے کہ میں گھر سے باہر نکلکر جس طرف نظر کرتا ہوں تو ہر طرف اللہ تعالیٰ کی نعمت موجود پاتا ہوں - اور ہر چیز میں میرے لئے عبرت ہے - (ابن کثیر)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ شکستہ اور پرانے مکانوں سے عبرت حاصل کرتے - کہتے :-

"اے اُجڑے ہوئے مکانو!
تم میں جو بستے تھے آج
وہ کہاں ہیں ؟"
پھر خود ہی جواب دیتے -
"وہ سب زمین میں دفن اور وہ
سب مر گئے" (ابن کثیر)

عقلمند ہر چیز سے عبرت حاصل کر کے ہر وقت ذکر الٰہی میں مشاغل رہتے ہیں - کھڑے، بیٹھے لیٹے، غرض حالت

(باقی صـ١٦ پر)

اقتباس مکتوبات حضرت
مجدد الف ثانیؒ

(قسط اول)

فضائلِ کلمہ طیبہ
لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
اور
حقیقت ایمان بالغیب

مترجمہ فقیر محمد صادق صدیقی عفی عنہ

تاریخ اقوام عالم سے پتہ چلتا ہے کہ ابتدائے آفرینش بنی آدم سے لے کر آج تک ہر زمانہ اور ہر قوم میں ذات باری تعالیٰ شانہٗ کا تصور و یقین موجود رہا ہے اور کسی نہ کسی صورت میں اس کی پرستش بھی ہوتی رہی ہے اور

مختلف ناموں

سے اسے پکارا جاتا رہا ہے۔ ان قوموں میں سے بعض نے اپنے وہم و خیال و ادراک کے مطابق از خود خداوند قدوس کی ذات کا تصور کر لیا اور بعض نے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی راہنمائی میں اس کی ذات کی حقیقت کو پا لیا، اور اس کی صحیح پرستش کرنے لگے۔

وہ لوگ جو انبیاءؑ کی تعلیم سے بہرہ ور نہ ہوئے تھے، انھوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے بعض کو اس لئے الٰہ و معبود سمجھ لیا کہ وہ ہستیاں مظہر صفات الٰہیہ تھیں اور ان میں بعض اوصاف ایسے موجود تھے جو انسانی دید و دانش سے بالا تر تھے، یا ان کے خیال و ادراک ناقص کے مطابق وہ ہستیاں نافع و ضار تھیں، اور ان میں نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت کا یقین رکھتے تھے، جیسا کہ بلقیس ملکۂ سبا نے ستارہ پرستی کو اس لئے اپنایا کہ اس کے غلط گمان کے مطابق ستاروں میں وہ اوصاف موجود ہیں جو کسی دوسری مخلوق میں نہیں۔ اس لئے انہی کی پرستش لازمی ہے۔

اس کے برعکس حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات نے ذاتِ واجب الوجود کا تصور و یقین یہ پیش کیا کہ وہ ایک اور صرف ایک ہے، اور اس کے بغیر مخلوق میں سے کوئی ہستی بھی نافع و ضار نہیں ہے پرستش صرف اسی کی ہونا چاہئے اور کارخانہ عالم میں اسی کی سلطنت تسلیم کرنا چاہئے اور ہر ایک نبی نے یہی تعلیم دی کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی اللہ تعالیٰ جو واحد و یکتا اور بے مثل و بے مانند ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا معبود برحق نہیں، اس کلمۂ طیبہ کے دو جزو ہیں ایک جزو لَا اِلٰهَ جسے اصطلاح شرعیہ میں نفی سے پکارا جاتا ہے اور دوسرا جزو اِلَّا اللّٰهُ جسے اثبات کہا جاتا ہے۔

اپنے معبود برحق خالق ارض وسما ذو الجلال والاکرام کی تلاش کرنے والے کو پہلے ہر مخلوق اور شبہ و مثال رکھنے والی ہستی کی نفی کرنا لازمی ہے، جہاں تک نفی کا تعلق ہے، اس کی نظر میں نہ عرش و کرسی کوئی وقعت رکھتے ہیں، نہ لوح و قلم، نہ حجر و شجر نہ کوئی انسان و حیوان بلکہ وہ ہر مخلوق و حادث سے اعراض کرتے ہوئے ایک خالق اکبر تعالیٰ شانہٗ کا متلاشی ہوتا ہے، اور اس کی ذات ستودہ صفات کے سوا باقی سب کچھ اس کی نگاہ حقیقت بین میں لاشئ محض ہوتا ہے، اور سب کی نفی کر کے اثباتِ خالق الکل پر قائم ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ حضرت ابراہیم خلیل رب الجلیل علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب ارض و سماء کی تمام اشیاء پر نگاہ ڈالی تو سب چیزوں سے زیادہ نورانیت ستاروں میں دیکھ کر فرضی طور پر پروردگار مان لیا۔ جب وہ یکے بعد دیگرے نظروں سے غائب ہو گئے تو حضرت خلیلؑ پکار اٹھے لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ یعنی میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں کر سکتا، اور سمجھ گئے کہ میرے پروردگار کی ذات ان سے بلند و بالاتر ہے۔ وہ زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ہے، اور اس کے سوا باقی تمام مخلوق سے روگردان ہوتا ہوں اور میں مشرکوں سے نہیں ہوں۔

خداوند تقدس و تعالیٰ کی ذات ستودہ صفات کو وحدہٗ لا شریک لہٗ واجب الوجود مالک الملک، حی و قیوم اور تمام عیوب و نقائص سے منزہ و مبرا تسلیم کر لینے کا نام ایمان ہے، اور ایمان دو طرح پر حاصل ہوتا ہے، ایک یہ کہ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر ایمان لایا جائے۔ اسے ایمان شہودی کہا جاتا ہے اور دوسرا یہ کہ بغیر دیکھے خداوند قدوس کی ہستی کو تسلیم کر لیا جائے۔ اسے ایمان بالغیب کہا جاتا ہے۔

جب حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس دنیا میں انکی خواہش دیدار کے باوجود خداوند قدوس نے دیدار ذاتی سے سرفراز نہ کیا، اور اپنے دیدار کا وعدہ دار آخرت پر موقوف رکھا، تو متبعین انبیاءؑ کس شمار میں آ سکتے ہیں۔ اس لئے ہر خاص و عام کو ایمان بالغیب کے سوا کوئی چارہ نہیں اور ہر امتی کو حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت میں خداوند تعالیٰ کی ذات کو تسلیم کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اور حضرات انبیاء کی مانند قرائن و دلائل کے ذریعہ سے بغیر دیکھے خدا تعالیٰ پر ایمان لے آتے ہیں۔ اور ایمان بھی ایسا پختہ، جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

لَوْ كُشِفَ الْحِجَابُ مَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا۔ یعنی اگر میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سے پردے اٹھا دیئے جائیں اور میں خدا تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں، تو میرے یقین میں کوئی زیادتی نہ ہوگی۔ میرا ایمان خدا تعالیٰ کو دیکھے بغیر

جتنا ہے۔ دیکھ پانے پر بھی اتنا ہی رہے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے ایمانِ شہودی کی تمنا میں اپنے پروردگار جل سلطانہ سے عرض کیا، اے میرے پروردگار! مجھے اپنا آپ دکھا دے تاکہ مَیں تجھے دیکھ لوں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے، ولیکن پہاڑ پر نگاہ ڈالو، اگر وہ اپنی جگہ پر قائم رہا تو تم جلد مجھے دیکھ لو گے۔ جب اُن کے پروردگار نے پہاڑ پر اپنی تجلی ڈالی۔ تو اُسے ریزہ ریزہ کر دیا، اور موسےٰ علیہ السّلام بے ہوش ہو کر گر پڑے، جب وہ صرف تجلی کی تاب ہی نہ لا سکے تو دیدار ذات کی برداشت کیسے کر سکتے تھے۔

اور بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ نے ایمان شہودی کی خواہش ظاہر کر کے حضرت موسےٰ علیہ السّلام سے عرض کیا کہ ہم تیری بات ہرگز نہ مانیں گے۔ جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں کے سامنے نہ دیکھ لیں، تو دنیا کے اندر انھیں اس خواہش کے اظہار کی یہ سزا ملی کہ آسمانی کڑک نے ان سب کو ہلاک کر دیا، اگرچہ اللہ تعالےٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے دوبارہ انھیں زندہ کر دیا تھا۔

ان واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب دنیا میں رہ کر ایمان شہودی کا حصول ناممکن ہے تو ہر مومن کے لئے ایمان بالغیب کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

البتہ ہمارے آقا و مولا حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا وجود باقی تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام سے ممتاز نظر آتا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں خداوند قدوس نے اپنے دیدار ذاتی سے سرفراز کر دیا تھا، اور آپؐ کو ایمان شہودی حاصل ہو چکا تھا ؎

دید محمد نہ بہ چشم دگر — دیدہ ہمیں بود ہمیں بود سر
موسےٰ ز ہوش رفت بیک جلوۂ صفات — تو عین ذات مے نگری در تبسمی

تاریخ فرقانی پر ایک نظر

(۲)

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی بی - اے - بی - ٹی
پرنسپل عثمانیہ کالج شیخوپورہ

حضرت محاسبی نے یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ ترتیب قرآن کا یہ کام کوئی نیا کام اور نئی بات نہ تھی عہد رسالت میں خود رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس کا حکم دے چکے تھے فرق اتنا ہے کہ اس زمانہ میں قرآن کریم منتشر صورت میں مختلف چیزوں رق - عسیب طلحہ - کتف اور قتب پر لکھا ہوا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق نے ان سب کو یکجا کر دیا اور پوری تحقیق و تدقیق کے ساتھ ایک مجلد میں نقل کر لیا گیا

عہد فاروقی اور قرآن

حضرت صدیق اکبرؓ کا زمانہ بہت مختصر بھی تھا اور بہت پُر آشوب بھی، تاہم اس قلیل وقفۂ مدت میں بھی آپ قرآن کریم کی ترتیب و تدوین کے متعلق اہم خدمات انجام دیگئے۔

حضرت فاروق اعظم کے زمانۂ خلافت میں قرآنی ترتیب کے سلسلے میں تو کوئی جدید قدم نہیں اٹھایا گیا - کیونکہ عہد صدیقی میں جو کچھ ہوا تھا وہ آپ ہی کے مشورہ سے ہوا تھا - البتہ تعلیمات قرآنی کے سلسلہ میں بڑی سرگرمی کے ساتھ کام لیا گیا - آپ نے اپنی حدودِ حکومت میں قرآنی تعلیم لازمی کر دی تھی اور صرف اسی پر اکتفا نہ کی تھی بلکہ جا بجا معلمین مقرر کر کے حضرت ابوسفیان کو لوگوں کے امتحان پر مقرر فرما دیا تھا، فلسطین حمص دمشق، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ جیسے مرکزی شہروں میں فاضل صحابہ کرام تعلیم قرآن پر مامور تھے ترغیب کیلئے ابتداء میں قرآنی تعلیم حاصل کرنے والوں کے روزینے بھی مقرر کیے تھے فوجوں میں بھی یہی التزام تھا - اور گورنروں و افسروں کو خصوصیت کے ساتھ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس طرف اپنی خاص توجہات مبذول کریں صحت الفاظ اور اعراب کا خیال رکھنے کے لئے بھی تاکیدی احکام صادر کر دئے گئے تھے۔

فوجیوں کو قرآن حفظ کرانے کا بڑا انتظام کیا تھا - جس سے کچھ ہی عرصہ میں مختلف لشکروں کے اندر بکثرت حفاظ پیدا ہو گئے تھے۔ خود بھی اس خصوصیت میں نہایت سرگرمی کا اظہار کرتے رہتے تھے - ہر جگہ اور جا بجا تنخواہ دار معلمین مقرر و مامور کرنے کے علاوہ خود میلوں اور منڈیوں میں جاتے اور لوگوں کو قرآن پڑھ کر سناتے۔

مختصر یہ کہ اس عہد میں تعلیم قرآنی نے بڑی وسعت حاصل کی اور بدوؤں و نو مسلموں تک کے دماغ منور ہو گئے - یہ حضرت فاروق اعظم ہی کی مساعی جمیلہ کا ثمرۂ شیریں تھا کہ مجلدات قرآنی کی اشاعت سے پیشتر ہی تعلیم قرآنی عام ہو کر دُور دُور تک پھیل گئی تھی

عہد عثمانی اور قرآن

گو قرآنی تعلیمات کی روشنی سے اسلامی دنیا کا گوشہ گوشہ منور ہو چکا تھا لیکن اب تک قرآنِ کریم کی صرف ایک ہی جلد اس ترتیب کلی تمام کے ساتھ موجود تھی اور جتنی تعلیم ہوتی اور دی گئی وہ سب مقدس صحابہ کرام کے ذریعہ دی گئی جو قرآن کے حافظ تھے وہی اپنے اپنے درس پر آیات یاد کراتے اور ان کے معانی و مفاہیم پر روشنی ڈالتے اور تقریر کرتے قرآن کا اوّلین نسخہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ کے پاس رہتا ہوا اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ دختر حضرت فاروقؓ اعظم کے قبضہ آ کر محفوظ ہو گیا - ضرور اور لوگوں کے پاس بھی قرآنی نسخے موجود تھے مگر غیر مرتب صورت میں حضرت فاروق اعظمؓ کے وصال کے دو برس بعد ایک نئی صورت پیش آئی - اسلامی فتوحات کے قدم بڑھ رہے تھے - بحر و بر پر پھیلتے اسلام لہراتے چلے جا رہے تھے - قوموں کی قومیں لوائے اسلام کے نیچے جمع ہوتی چلی جا رہی تھیں - عربوں کی تو مادری زبان عربی ہی تھی وہ تو اسے بخوبی پڑھ اور سمجھ سکتے تھے لیکن عجمیوں، رومیوں اور ارمنوں کے مسلمان ہو جانے سے لب و لہجہ اور قراۃ کے بہت اختلافات پیدا ہو گئے اور لہجوں کے تفاوت اور ناواقفیت نے ایک تشویش انگیز صورت اختیار کر لی۔

حضرت عثمان غنیؓ نے اس طرف فوری توجہ کی تاکہ تحریف و اختلاف کے تمام امکانات نابود ہو جائیں اور آئندہ چل کر یہ کوئی غیر خوشگوار صورت اختیار نہ کریں۔ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کے مرتب کردہ نسخہ کو حضرت حفصہؓ کے یہاں سے منگوایا اور اس کی متعدد نقلیں کرائیں اور انھیں مختلف صوبوں کے عاملوں اور گورنروں کے پاس بھیج دیا - قرأت صرف ایک ہی رکھی گئی - اور وہ صرف قرأت قریش تھی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی قرأت تھی - اتبک قرائتیں مختلف تھیں مگر مادری زبان ہونے کے باعث عربوں کے لیئے تو کوئی اندیشہ نہ تھا - نو مسلموں میں اختلاف و تحریف کا خیال تھا وہ بھی اس طرح مٹ گیا کہ مدینہ منورہ میں بہت سے صحابہ کرام نے بھی اس کی نقلیں بطور خود کر کے اپنے پاس رکھ لیں - چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ حضرت عبداللہؓ ابن عباس، حضرت عبداللہ ابن عمر حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عائشہ اور حضرت حفصہؓ وغیرہ کے پاس ایسی نقول موجود تھیں۔ بہ الفاظ دیگر و مختصر، قرآنِ کریم مرتب و مدوّن تو عہدِ صدیقی میں ہوا مگر اس کی اشاعت کا رشتہ عہد عثمانی میں سنبھالا گیا۔

قرآن اور اس کے خدام

قرآن کا جو نسخہ حضرت صدیقِ اکبر نے مدوّن کیا اور حضرت عثمان غنی نے اس کی جو نقول شائع کیں - وہ ہر اعتبار سے مکمل تھیں - مگر ایک چیز پھر بھی نہ تھی یعنی اعراب و نقاط، عربوں کے لئے تو اس کی کوئی

(بقیہ صفحہ ۱۶ پر)

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْد

سیلاب، قحط اور وبائی امراض

از حکیم حافظ محمد یوسف رشید چغتائی صاحب مدیر و مالک
ماہنامہ الشفاء کھڈیانکا مغربی پاکستان

قحط کے کئی اسباب ہوتے ہیں۔ بارش کی قلت سے بھی قحط ہوتا ہے اور اسکی کثرت سے بھی مگر ایک باطنی سبب جو قحط کا اہم سبب ہے اور وہ مخلوق کے اعمال ہیں۔ جب خدا تعالےٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو کھا کر مخلوق اس کی نافرمانی کرتی ہے تو اللہ تبارک و تعالےٰ اپنی نعمتوں کو روک لیتے ہیں اور قحط عذاب میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ افسوس ہے کہ فی زمانہ جب کہ نفسا نفسی کا دور دورہ ہے اور ہر جگہ فتنہ پسند لوگ موجود ہیں۔ عمدہ عمدہ چیزوں اچھی نعمتوں کے ملنے کے باوجود حرام کی طرف زیادہ توجہ ہے۔ گناہ کرتے ہیں اور پھر سے رحمت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ مخلوقِ خدا کو تکلیف دیتے ہیں اور پھر راحت طلب کرتے ہیں۔ مال زیادہ ہونے سے سچی خوشی حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ انسان کو نیک کام کرنے کے بعد جب اطمینان ہو کہ میں نے نیک کام کئے گو یہ اطمینان ہی سچی خوشی ہوتی ہے قحط کی تکلیف زیادہ تر غریبوں کے لئے ہوتی ہے اور کثرت غرباء کی اس میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ مگر مالدار اپنی عشرت میں محو رہتے ہیں۔ اگر مالدار طبقہ غریبوں کو فائدہ پہنچائے تو بھی عزت کی زندگی میں محو رہ کر سچی خوشی حاصل کر سکتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں:-

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار
دگر عضوہا را نماند قرار

اس وقت ملک میں چونکہ بے دردی پھیلی ہوئی ہے۔ اس لئے نہ ہی خدمت تندہی اور الجوڑ سے کی جاتی ہے نہ مزدور کی اُجرت فراخدلی سے ادا کی جاتی ہے۔ خادم میں ظاہرداری کا نمونہ ہے۔ اور مخدوم میں ریاکاری کی سرپرستی قرابت داروں میں حسد، دوستوں میں رشک عناد غرض خود غرضی و بیدردی کا بازار گرم ہے۔

اقوال افعال پر نظر کیجئے۔ تو شرابخوری زنا۔ قماربازی۔ بددیانتی۔ چوری۔ جھوٹ وعدہ خلافی۔ رشوت عام طور پر رائج ہیں اور ترقی پر جا رہے ہیں۔ پھر باہم معاملہ ہو تو سوائے نقصان کے فائدہ کی کیا اُمید۔

انفلوئنزا۔ ہیضہ۔ طاعون جیسی مہلک امراض دورہ کرتی رہتی ہیں۔ اس پر بھی مخلوق حرام کاری سے باز نہیں آتی کئی سال سے قحط کا دور چل رہا ہے کبھی دریائی پانی اور کبھی برسات آ رہے ہیں پھر بھی مخلوق نہیں سمجھتی نہ ہی مخلوق حق العباد ادا کرتی ہے اور نہ حقوق باری تعالیٰ پھر قہر کیوں نہ نازل ہو۔ کیا انفلوئنزا۔ ہیضہ۔ طاعون یہ عالمگیر قحط قہر خدا نہیں ہے۔ کیا اب بھی غفلت سے چونکنے کا وقت نہیں آیا۔ کیا اب بھی لوگ توبہ کر کے گناہوں سے باز نہیں آئیں گے۔ کیا اب بھی ملک میں بے دردی ایذا رسانی ظلم و ستم کا بازار گرم رہے گا تو پھر سمجھ لو کہ دارین کی خرابی مقدر میں لکھ دی گئی ہے۔

ہمارا فرض

بُرے کام سے پرہیز۔ بندوں کو تا امکان برائی کے کاموں سے روکنا۔ اُن کو بدکاریوں کے لئے قرض اور چندہ وغیرہ نہ دو۔ ورنہ ان کے گناہوں میں تم بھی شریک ہو جاؤ گے۔

دوستو! خدا کی نافرمانیاں حد سے زیادہ بڑھ چکی ہیں۔ خدارا گناہوں سے باز آؤ۔ اور عبادت کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ خدا رحیم ہے وہ اپنے بندوں پر ضرور رحم کرے گا۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

بقیہ ذکر الٰہی

(صہ ۱۳ سے آگے)

میں مسنونہ ذکر و اذکار کا شغل رکھتے ہیں۔ پنجگانہ فریضہ نماز کسی حالت میں نہیں چھوڑتے۔ اگر کسی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھ لیتے ہیں۔ انھیں ہر وقت دوزخ سے بچاؤ کا فکر دامنگیر رہتا ہے۔ دعا میں لگے رہتے ہیں۔

سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ
(آل عمران آیت ۱۹۱)

تو سب عیبوں سے پاک ہے۔ سو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح فہم عطا کرے۔ ہمیں قرآن مجید کو حدیث اور صحابہ کرام کے آثار سے سمجھنے کی توفیق دے۔ کیونکہ ان حضرات کے مبارک سینوں میں قرآن کریم کے احکامات محفوظ تھے۔ آمین!

(باقی دارد)

بقیہ تاریخ قرآنی

(صہ ۱۵ سے آگے)

ضرورت نہ تھی۔ لیکن عجمیوں اور نومسلموں کو اس میں دشواری پیدا ہوتی تھی۔ سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے تدوین نحو کی طرف توجہ کی اور احکام بھی صادر کر دئیے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اعراب و نقاط قائم کرنے کا شرف مشہور مدبر و سیاست دان اور نہایت ظالم و سنگدل شخص امیر حجاج والسرائے ممالک مشرقیہ اسلامیہ کو حاصل ہوا۔ اس نے نومسلموں کی سہولت کے لئے الفاظ پر نقطے لگوائے اور اعراب کو حرفوں اور لفظوں کے ذریعہ ظاہر کر کے نقول کرائیں اور انھیں ممالک اسلامیہ میں روانہ کر دیا۔ اسمیں نقص یہ تھا کہ لکھنے میں دقت ہوتی تھی اور جگہ بھی زیادہ لی جاتی تھی جسے خلیل بن احمد نے دوسری صدی ہجری میں دور کر دیا اور زیر زبر کی علامات

شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ العزیز کے چند کمالات

وخصائل حمیدہ کا ذاتی مشاہدہ

از مولانا گل محمد صاحب مدرس مدرسہ خدام القرآن میرے شاہ صادق آباد ضلع رحیم یار خان

اس بارے میں اگرچہ بہت لکھا جا چکا ہے۔ اور بڑے بڑے اہل سعادت حضرات نے قلم اٹھایا ہے۔ تاہم میرا خیال یہ ہے حضرت علیہ الرحمۃ کے جو کمالات وجامعیت تھی اس کا احاطہ تو در کنار اتنا بھی نہیں ہے جتنا قطرہ کو سمندر سے نسبت ہوتی ہے یا ذرہ کو پہاڑ سے نسبت ہوتی ہے جس شمع ھدایت کے ہزاروں اور لاکھوں پروانے آج بے قرار ہیں۔ جس بحر عمیق سے ہزاروں پیاسے ہر وقت سیراب ہوتے تھے آج وہ ایک چٹیل میدان میں تڑپ رہے ہیں۔ جس مشفق بزرگ سے ہزاروں مغموم مسرور ہوتے تھے آج وہ دیوانے ہو رہے ہیں۔ جس سخی تعلب سے ہزاروں حاجتمند بہرور ہوتے تھے آج وہ محروم ہیں ایسی مقدس ہستی کے ہزاروں و لاکھوں فیض یافتہ دفتر کے دفتر لکھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ایک میرے جیسے نا اہل شخص کو حضرت علیہ الرحمۃ کی زیارت اور شرف تلمذ نصیب ہوا۔ خصوصاً ایسے دور میں جبکہ دیوبند میں پہنچنا ناممکن تو نہیں تھا مشکل ضرور تھا۔ اور پھر یہ کہ میں اس سال دورۂ حدیث شریف پڑھنے کا ارادہ کر کے بھی نہیں گیا تھا بلکہ کچھ فنوں کی کتب پڑھنے کے بعد دورہ حدیث شریف پڑھنے کا ارادہ تھا خوش قسمتی سے مجھے اسی سال دورہ شریف مل گیا اور حضرت علیہ الرحمۃ سے بخاری شریف پڑھنے کا موقعہ حاصل ہوا اور بیعت غیر مترتبہ حاصل ہوئی۔

عینی مشاہدات

مندرجہ ذیل واقعات کا عینی مشاہدہ کیا جس کی اشاعت ایک قلبی تقاضا تھا۔

سادگی

سب سے پہلے ہمیں حضرت علیہ الرحمۃ کی سادگی و تواضع پر تعجب ہوا دیکھ کر دنگ رہتے کیا وہ ہستی ہیں جس کو دنیا شیخ العرب والعجم کے اسم گرامی سے یاد کرتی ہے کیا وہ ہستی ہیں جس کو دنیا امام العصر کہتی ہے جس کی شہرت آفاقی ہے ہمیں اعتبار نہیں آتا تھا کہ مولانا مدنی یہی ہیں۔ سب سے پہلے ماہ شوال کی ۲۶ تاریخ ۱۳۷۵ھ کو جبکہ حضرت دو ماہ کے سفر کے بعد دیوبند تشریف لا رہے تھے۔ ابتداء سال تھا تمام لوگ اور طلبأ مدرسین حضرت کے استقبال کے لئے اسٹیشن پہنچے۔ مگر حضرت بذریعہ موٹر مکان تشریف لائے اطلاع ہوتے ہی تمام لوگ اسٹیشن سے واپس حضرت کے مکان پر پہنچے جبکہ حضرت عصر کی نماز مسجد میں آدا فرما کر مکان میں تشریف لائے تو تمام لوگ وہاں زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت نے جبکہ ہجوم کو دیکھا تو طلباء کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا آپ لوگ کیوں یہاں جمع ہو گئے ہیں۔ جاؤ اپنے اپنے کمرے میں بیٹھو ایک سادہ لباس کرتہ کچھ پھٹا ہوا تھا اور موٹا کھدر تھا اور جیب کی طرف کچھ پان کے سرخ داغ بھی تھے۔ میں نے سمجھا کہ ابھی حضرت مدنی تشریف نہیں لائے یہ کوئی صاحب ان کے لئے راستہ صاف کرا رہے ہیں تاکہ آنے میں تکلیف نہ ہو میں فوراً وہاں سے باہر چلا آیا اپنے ساتھی سے پوچھا۔ بھائی حضرت مولانا ابھی تک تشریف کیوں نہیں لائے تو معلوم ہوا کہ یہی شخص مولانا مدنیؒ کی ذات گرامی تھی۔ میں سخت حیران ہوا۔ میں نے کہا یہ نہیں ہو سکتا آپ کو غلطی لگی ہے پھر دوسرے دن جبکہ بخاری شریف شروع ہونی تھی حضرت تشریف لائے تو جب درس بخاری شریف کا شروع ہوا تو یقین ہوا ہاں واقعی یہ وہ ہستی ہے جس کو ہم نے مکان میں دیکھا اور ہمیں اعتبار نہیں آتا تھا یہ وہ سادگی ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی مجلس میں ہوا کرتی تھی اگر کوئی باہر سے آتا تو معلوم نہ کر سکتا کہ اس مجلس میں آقا نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم کون ہیں وہی نقشہ ہم نے دیوبند میں دیکھ لیا سادگی کا یہ عالم تھا۔ ایک مرتبہ طلبا کا آپس میں اس بات پر نزاع ہو گیا حضرت کا جوتا عصا ہر ایک اٹھانے کا متمنی تھا تو حضرت شیخ کو جب معلوم ہوا تو درس سے فارغ ہو کر تقریباً ۱۵ منٹ تقریر فرمائی بھائی میرا جوتا کوئی نہ اٹھائے میری تم پر کوئی فضیلت نہیں ہے مگر یہ کہ میں آپ حضرات سے سن میں کچھ بڑا ہوں جب تک جان میں طاقت ہے میں کسی سے کسی قسم کی خدمت نہیں لینا چاہتا ایک مرتبہ کسی طالب علم نے آپ کا جوتا دارالحدیث میں رکھ دیا تو حضرت علیہ الرحمۃ کو جب معلوم ہوا تو آپنے اپنے ہاتھ سے جوتا اٹھا کر باہر رکھ دیا۔ اگر کوئی شخص حضرت کی تشریف آوری پر کھڑا ہوتا تو سخت ناراضگی کا اظہار فرماتے تھی کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے۔ میں نے دارالعلوم کے دربان سے سنا ہے کہ رات کو حضرت مولانا مرحوم تقریباً ۲ بجے دارالعلوم کے دروازہ پر تشریف لائے تو دربان مولانا کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا فرمایا کس لئے کھڑے ہوئے ہو جب تک آپ اپنی جگہ پر آرام سے نہیں بیٹھ جاؤ گے اس وقت تک میں یہاں دروازہ سے نہیں گذروں گا یہ ہے سادگی اس بڑھاپے کے زمانے میں جبکہ ۸۹ سال کی عمر ہو اس وقت بھی یہ بزرگ رات کو دارالعلوم کا معائنہ فرما رہے ہیں اور ہر جگہ پہ سنت نبویؐ کا خیال ہے دربان سے بھی کچھ امتیازی شان نہیں ہے اور اس قسم کے ہزاروں واقعات ہیں جس سے آپ اپنی سادگی میں خود اپنی مثال آپ ہی تھے۔

انکساری؟

آپ کی انکساری بھی ایسی ہے جو کہ عدیم المثال ہے ایک مرتبہ دارالحدیث میں طلبہ نے کثرت سے سوال شروع کر دیئے تو حضرت علیہ الرحمۃ سے بھی طلباء نے درخواست کی کہ سوال چند ہونے چاہیئے حضرت نے فرمایا بھائی حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ وحضرت انور شاہ رحمۃ اللہ کے زمانے میں طلباء جب سوال کرتے تھے تو ہر ایک کا خواب نہیں دیا جاتا تھا غلط سوال کرنیوالے کو بولنے کا موقعہ نہیں دیا جاتا تھا۔ پہلے زمانے میں دارالحدیث کے ساتھ ایک حوض ہوا کرتا تھا تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ غلط سوال کرنے والے کو فرماتے تھے جاؤ اس حوض میں ڈوب مرو مگر میری اتنی اہلیت نہیں ہے کہ میں ایسے الفاظ آپ کو کہوں یا اپنے زمانے کے

شیخ الاسلام تھے اس لہجہ میں اپنے متعلق رائے فرماتے ہیں پھر کون ہے جو اپنے مسند پر بھروسہ لگائے بیٹھے۔ اور طلباء کے سوالات کو حقیر سمجھے۔ یہ تھی حضرت علیہ الرحمۃ کی انکساری ہر قول و فعل میں انکساری ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ بخاری شریف میں ایک مشکل مسئلہ آیا تو حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اس مسئلہ میں امام طحاوی رحمۃ اللہ نے تین نظریے قائم کئے ہیں وہ آپ لوگ ابھی ابھی پڑھ چکے ہیں۔ آپ کو یاد ہونگی طلباء نے اصرار کیا کہ حضرت ہمیں یاد نہیں ہیں۔ مہربانی فرماکر تقریر فرمائیں۔ تو حضرت نے فرمایا بھائی میں نے کافی عرصہ سے طحاوی شریف نہیں دیکھی اور نہ پڑھنے کے زمانے میں اتنی استعداد تھی جو اپنے وقت کا واحد طالب تھا جو اُستاذ علیہ الرحمۃ کے خاص نظر شفقت میں تھے۔ وہ اپنے متعلق یہ فرماتے ہیں پھر کس طالب علم کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے کو ایک ذی استعداد سمجھے اور حافظہ پر فخر کرے۔ بہرحال انکساری کا شعبہ بھی آپ میں علی وجہ الاتم موجود تھا۔

شفقت

حضرت علیہ الرحمۃ میں شفقت اتنی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جس سے ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ حضرت کو سب سے زیادہ میرے ساتھ محبت ہے۔ خواہ وہ ایک چھوٹا تھا یا بڑا تھا۔ اس وجہ سے طلباء ہر بات میں حضرت علیہ الرحمۃ کی طرف رجوع کرتے تھے اگر ناظم دارالاقامہ سے کمرہ لینا ہے تو حضرت علیہ الرحمۃ کی سفارش لکھوانے کے لئے پہنچ جاتے اگر کسی کا کھانا بند ہو جاتا تو حضرت سے درخواست دے کر جاری کراتے یہ نہیں کہ مدرسہ کے قانون کو توڑ کر کھانا مل جاتا بلکہ حضرت علیہ الرحمۃ اپنی طرف سے مدرسہ کو رقم ادا کرتے اور طالب علم کو کھانا ملتا رہتا جبکہ کسی طالب علم کا عقدہ بغیر حضرت کی شفقت کے حل نہیں ہوتا تھا۔ طلباء کو خود فرماتے جو تمہیں اشکال پیش ہوا کریں پوچھ لیا کرو۔ ایک شعر بھی اسی موقعہ پر فرماتے ابھی یاد نہیں لیکن مطلب یہ ہے جو ظاہری علم پڑھنے کے لئے آتا ہے۔ اُستاد ظاہر کے سامنے بیٹھ کر خاموش رہتا ہے۔ اس کو چراگاہ میں بھیجو اور باطنی شیخ کے پاس بیٹھ کر علم سیکھتا ہے۔ پھر وہ کچھ بولتا ہے اس کو چراگاہ میں بھیجو۔ ہر وقت طلباء کو تحصیل علم کے لئے غیرت دلاتے فرماتے کہ دارالعلوم نے تمہارے لئے ڈھبیلوں کا انتظام کرا دیا ہے۔ تمہارے لئے صرف تحصیل علم کا کام ہے جہاں تک ہو سکے پڑھنے کی کوشش کرو۔ کم از کم اتنا تو ضرور ہو کہ ہر دن تمہیں ایک نئے مسئلہ کے علم کا اضافہ ہوتا رہے۔ یہ تھی حضرت کی شفقت کا نمونہ۔ ایک مرتبہ حضرت کے پاس مدینہ منورہ سے کھجوریں آئیں تو طلباء نے درس بخاری میں ایماء کیا کہ ہمیں بھی کچھ حصہ ملنا چاہئے۔ اِن دنوں میں بخاری شریف میں مساقاۃ کا مسئلہ چل رہا تھا تو طلبا نے کہا کہ اہل عرب کے رواج کے مطابق اگر کسی کے گھر میں کھجوریں آجائیں تو فقراء و طلباء کو تقسیم کرنی چاہئیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں بھائی آپ کو دینا چاہئے۔ دوسرے دن اچانک ہم نے دیکھا کہ بخاری شریف کا درس ہو رہا تھا کہ حضرت کا خادم ایک بہت بڑا طشت لے کر آرہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کو طلباء میں تقسیم کرو چنانچہ پڑیاں بندھی ہوئی تھیں۔ اور تقریباً ہر پڑیا میں پانچ عدد سے زائد کھجوروں کے دانے تھے۔ تمام دورۂ حدیث کے طلباء میں تقسیم کی گئیں۔ ایک مرتبہ طلباء نے حضرت سے درخواست کی کہ حضرت آپ ہماری دعوت کریں حضرت نے فرمایا کہ صبر کرو تمہاری ایسی دعوت کروں گا جس میں ماضی کا حصہ بھی ہوگا اور حال اور مستقبل کا بھی ہوگا۔ پھر جب مدینہ منورہ سے کھجوریں آئیں تو طلباء میں تین تین دانے تقسیم فرمائے اور فرمایا ایک تمہارا ماضی کا حصہ ہے اور دوسرا حال کا اور تیسرا مستقبل کا ہے۔ آخر میں ایک واقعہ ذکر کر کے ختم کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ بخاری شریف کا کتاب الصیافۃ شروع تھا تو کسی طالب علم نے اعتراض کیا کہ حضرت آپ کے پاس مہمان آکر مہینہ مہینہ رہتے ہیں۔ کیا یہ سنت کے مطابق ہے۔ آپ نے سن کر فرمایا میرے گھر سے کھاتے ہیں بلکہ دونو وقت اپنا رزق کھاتے ہیں۔ میرا نہیں کھاتے۔ تھوڑی دیر سکوت کے بعد فرمایا حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تھا تو حضرت ابراہیمؑ نے اپنی انگشتری عنایت فرمائی۔ جس کی تعبیر مہمان نوازی تھا۔ چنانچہ مولانا علیہ الرحمۃ جب تک زندہ رہے مہمان نوازی میں بے نظیر تھے۔ پھر ان کے جانشین شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے زمانہ میں مہمان نواز رہے۔ حتیٰ کہ اپنی زمین وغیرہ مہمان نوازی میں فروخت کر دی۔ میری خوش قسمتی ہے اللہ تعالیٰ نے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کا موقعہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ ہم سے جو کچھ ہو سکتا ہے کرنے میں تکلف نہیں ہے۔ اگر میرے پاس مہمان آتے ہیں تو ان کی مہربانی ہے۔ میرا کوئی احسان نہیں۔ یہ حضرت کی اتباع سنّت و اسلاف تھی۔ خلاصہ یہ ہے آپ کی ہر عادت گویا کہ اسلاف کی زندہ تصویر تھی۔ آپ کو اپنے اسلاف سے اتنی محبت تھی جتنی کہ ایک غیور انسان کو اپنی محبوب چیز سے ہوا کرتی ہے۔

یہ اتباع اسلاف کا سلسلہ گویا کہ ایک عقدِ منظم تھا جو بالترتیب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے۔ سب سے زیادہ اس شخص پر ناراضگی فرماتے تھے جس کے دل میں اسلاف کی محبت نہیں تھی اور اکثر نصائح میں طلباء کو نصیحت فرماتے کہ اتباع سنت و اتباع اسلاف کو مضبوط رکھو۔ جو فتنہ پیدا ہوا ہے وہ اس لئے ہوا ہے کہ اس نے اتباع اسلاف کو ترک کر دیا۔ ائمہ کے اختلاف مسالک کے بارے میں آپ کی رائے یہی تھی کہ ہر امام کا مسلک صحیح ہے۔ اسی وجہ سے کسی نہ کسی امام کی تقلید ضروری ہے۔ مگر ترجیح حنفی مسلک کو ہے۔ جب امام بخاری اور امام ابوحنیفہ کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو فرماتے۔ ہمارے دونوں بزرگ ہیں اگر زندہ ہوتے تو ہم دونوں کے پاؤں دھو کر پانی پیتے۔ مگر امام ابوحنیفہ سے اختلاف کر کے پھر دلائل کے میدان میں آنا ایسا ہے جیسے پہاڑ سے بزکوہی کا ٹکر لگانا ہے۔ بہرحال اپنے مشائخ و اسلاف کا ہر طرح سے احترام تھا۔ اور پوری محبت تھی۔ جس کی وجہ سے آپ کی ہر عادت اسلاف کرام کی یاد تازہ کرتی تھی۔

کسریٰ ایران کو تبلیغ

(از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس کارپوریشن لاہور)

پیارے بچو! خسرو پرویز کسریٰ ایران نصف مشرقی دُنیا کا شہنشاہ تھا - زردشتی مذہب رکھتا تھا - عبداللہ بن حزافہؓ اس کے پاس نامہ مبارک لے کر گئے تھے - نامہ مبارک کی نقل یہ ہے۔

اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے - محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ بزرگ فارس کے نام - سلام اس پر جو سیدھے راہ پر چلتا اور خدا اور رسول پر ایمان لاتا - اور یہ شہادت ادا کرتا ہے - کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اس کا بندہ اور رسول ہے میں تجھے خدا کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں - اور میں خدا کا رسول ہوں - مجھے جملہ نسلِ آدم کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ جو کوئی زندہ ہے اُسے عذاب الٰہی کا ڈر سُنا دیا جائے - اور جو منکر ہیں - ان پر خدا کا قول پورا ہو - تو مسلمان ہو جا - سلامت رہے گا - ورنہ مجوس کا گناہ تیرے ذمّہ ہوگا -

خسرو نے نامہ مبارک دیکھتے ہی غصّہ سے چاک کر ڈالا اور زبان سے کہا - میری رعایا کا ادنیٰ شخص مجھے خط لکھتا ہے - اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے - اس کے بعد خسرو نے باذان کو جو یمن میں اس کا وائسرائے (نائب السلطنت) تھا اور عرب کا تمام ملک اسی کے زیرِ اثر سمجھا جاتا تھا - یہ حکم بھیجا کہ اس شخص (نبی اکرمؐ) کو گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کر دو - باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا - فوجی افسر کا نام خرخسرو تھا - ایک ملکی افسر بھی ساتھ روانہ کیا - جس کا نام بانویہ تھا - بانویہ کو یہ ہدایت کی تھی کہ آنحضرتؐ کے حالات پر گہری نظر ڈالے - اور آنحضرتؐ کو کسریٰ تک پہنچا دے - لیکن اگر آپ ساتھ جانے سے انکار کریں تو واپس آ کر رپورٹ کرے -

جب یہ فوجی دستہ طائف پہنچا - تو طائف والوں نے بڑی خوشیاں منائیں کہ اب محمدؐ ضرور تباہ ہو جائے گا - کیونکہ شہنشاہ کسریٰ نے اسے گستاخی کی سزا دینے کا حکم دیدیا ہے -

جب یہ افسر مدینہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ وہ کل پھر حاضر ہوں - دوسرے روز حضورؐ نے فرمایا - آج رات تمہارے بادشاہ کو خدا نے ہلاک کر ڈالا - جاؤ اور تحقیق کرو -

افسر یہ خبر سن کر یمن کو لوٹ گئے وہاں وائسرائے کے پاس سرکاری اطلاع آ چکی تھی - کہ خسرو کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے اور تخت کا مالک شیرویہ ہے - جو باپ کا قاتل تھا -

عزیز بچو! حضور کے نامہ مبارک کے الفاظ - اَسْلِمْ - تَسْلَمْ پر غور کرو - ان میں درج تھا کہ مسلمان ہو جائے گا - تب سلامت رہے گا - یہ تہدید نہ تھی بلکہ اخبار عن الغیب (پیشگوئی) تھی -

اب باذان نے حضورؐ کے عادات و اخلاق اور تعلیم و ہدایت کے متعلق کامل تحقیقات کی اور تحقیقات کے بعد مسلمان ہو گیا - دربار اور ملک کا اکثر حصّہ بھی مسلمان ہو گیا -

جو سفیر حضورؐ نے بھیجا تھا - اس نے واپس آ کر عرض کیا کہ شاہ ایران نے نامہ مبارک کو چاک کر ڈالا - اس وقت نبیؐ نے فرمایا (مَزَّقَ مُلْکَہٗ) اس نے اپنی قوم کے فرمانِ سلطنت کو چاک کر دیا -

پیارے بچو! اس مختصر اور پر ہیبت جملہ کو دیکھو اور سوا تیرہ سو برس کی تاریخ عالم میں تلاش کرو کہ کسی جگہ اس قوم کی سلطنت کا نشان بھی ملتا ہے - جو اس واقعہ سے پیشتر چار پانچ ہزار برس سے نصف دنیا پر شہنشاہی کرتی تھی اور جس کی فتوحات بارہا یونان و روما کو نیچا دکھا چکی تھیں - ہرگز نہیں -

اب آگے ان والیان و حکمران ملک کے نام درج کئے جاتے ہیں - جنہیں حضور کے مقرر کردہ منادانِ اسلام سے اسلام کی حقیقت معلوم ہوئی - اور وہ مسلمان ہو گئے -

(۱) ثمامہ :- نجد کا حکمران تھا - سنہ ھ میں مسلمان ہوا -

(۲) جبلہ :- عرب کی مشہور و قدیم سلطنت غسان کا حکمران تھا - سنہ ھ میں مسلمان ہوا -

(۳) فروہ بن عمرو خزاعی - علاقہ شام پر قیصر کی طرف گورنر تھا - جب یہ مسلمان ہوا تو قیصر نے سامنے بلایا اور حکم دیا کہ اسلام چھوڑ دے فروہ نے انکار کیا - قیصر نے اُسے قید کر دیا - اور پھر قتل کرا دیا - خدا کے پیارے بندے نے دولت - حکومت - عزت اور جان سب چیزیں ترک کر دیں - مگر اسلام ترک نہ کیا -

(۴) اکیدر - دومۃ الجندل کا حکمران تھا - سنہ ھ میں مسلمان ہوا -

(۵) ذی الکلاع حمیری - یمن و طائف کے بعض اضلاع میں اس کی حکومت تھی - اور زبردست قبیلہ حمیر کا یہ بادشاہ تھا - یہ اپنے آپ کو خدا کہلایا کرتا - اور لوگوں سے سجدہ کرایا کرتا تھا - اس نے مسلمان ہو جانے کے بعد ایک دن میں اٹھارہ ہزار غلام آزاد کئے تھے - عمر فاروقؓ کے عہد میں سلطنت از خود چھوڑ کر مدینہ منورہ میں آ رہا تھا - اور زاہدانہ زندگی بسر کرتا تھا -

جسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷
ایڈیٹر
عبدالمنان عمر
قیمت فی پرچہ
۵ آنے
شرح چندہ
سالانہ ۱۲ روپے
ششماہی ۷ روپے
سہ ماہی ساڑھے تین روپے

اپنی پاکیزہ تجارت کا پاکیزہ اشتہار
کثیر الاشاعت
خدام الدین لاہور میں
شائع کرائیے اور خاطر خواہ فائدہ اٹھائیے
نرخنامہ اشتہارات
اندرونی صفحات فی انچ سنگل کالم
۳/۰/۰ روپے فی اشاعت
آخری صفحہ فی انچ سنگل کالم
۴/۰/۰ روپے فی اشاعت
مستقل مشتہرین کو خاص رعایت
مینیجر شعبہ اشتہارات خدام الدین لاہور

(پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبید اللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا)